عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماهنامه غزالی

رمضان ۱۴۳۵ھ / جولائی ۲۰۱۴ء

زیر سرپرستی : مولانا پروفیسر ڈاکٹر سید سعید اللہ دامت برکاتہم

بانی : ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ (خلیفہ مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ)

Reg No. P476

جلد: دوازدھم

شمارہ: 11

فہرست

فی شمارہ : 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک : 200/- روپے

ملنے کا پتہ : پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل : physiologist72@hotmail.com

saqipak99@gmail.com

ویب سائٹ : www.darwaish.org.pk

تمام گزشتہ شمارے ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔

اے کاش!

(اداریہ)

پوری دنیا اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے پل پڑی ہے۔ برما، کشمیر، فلسطین، عراق، افغانستان سب جگہوں پر کشت وخون کا بازار گرم ہے۔ فلسطین میں تو یہودی نے حدیں پھلانگ لی ہیں۔ اس کے مقابلے میں دنیائے اسلام کے تقریباً پچاس ممالک کے سربراہان ٹس سے مس نہیں ہوئے حالانکہ جس ملک کے خلاف کافر آیا اس پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ وہ کافی نہ ہوں تو پاس والے اسلامی ممالک پر بھی فرض ہو جاتا ہے یہاں تک کہ آخر میں ساری دنیائے اسلام پر ایک اسلامی ملک بلکہ ایک مسلمان شہری کو بچانے کے لئے جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اے کاش! آج بھی اگر یہ سربراہان اکٹھے ہو جائیں اور دنیا کو آگاہ کر دیں کہ کسی ایک مسلمان پر حملہ ساری دنیائے اسلام پر حملہ تصور کیا جائے گا تو اس سے ساری دنیائے کفر کے منہ میں لگام ڈالی جا سکتی ہے۔

آہ! یہ کب ہوگا؟

☆☆☆☆☆☆☆

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰۃِ وَ الْاِ نْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَ مَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَا یَعْتُمْ بِہٖ ط وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

(سورۃ توبہ ۱۱۱)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں (جس میں) قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ اس پر سچا وعدہ (کیا گیا) ہے توریت میں (بھی) اور انجیل میں (بھی) اور قرآن میں (بھی) اور (یہ مسلم ہے کہ) اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے، تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے اس سے (یعنی اللہ تعالیٰ سے) معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

(بیان القرآن از مولانا اشرف علی تھانویؒ)

بیان۔ ختمِ تراویح

(حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہ ۔ ۸ر جولائی ۲۰۱۴ء سینا ہال ہاسٹل، خیبر میڈیکل کالج، پشاور یونیورسٹی)

خطبہ ماثورہ۔ امابعد

(۱) یایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایاما معدوداٰت. (۲) شھر رمضان الذی انزل فیه القراٰن ھدی للناس و بینٰت من الھدی و الفرقان. (۳) ولا تباشروھن و انتم عاکفون فی المسٰجد. (۴) و علی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین. (سورة البقرة ۱۸۵۔۱۸۳، ۱۸۷)

ہر چیز جو بنتی ہے اس کے لئے دو باتیں ضروری ہوتی ہیں۔ ایک اس کی منصوبہ بندی (Planning) جو کہ الفاظ اور نقشوں کی شکل میں ذہن میں ہوتی ہے پھر کاغذ پر آتی ہے۔ دوسرا عملی نمونہ ہے۔ ہاتھ پیر کی جدوجہد ہو کر پھر چیز وجود میں آجاتی ہے۔ گویا ہر چیز کے لئے ایک منصوبہ بندی اور دوسرا جدوجہد یہ دو باتیں ہیں۔ انسان کے بننے کے لئے بھی ایک منصوبہ بندی ہے جو کہ تعلیمات ہیں۔ ان تعلیمات کی روشنی میں پھر جدوجہد ہے۔ تعلیمات درست ہوں اور جدوجہد درست ہو تو اس سے انسان کی شخصیت کی تعمیر ہو جاتی ہے۔ پھر دنیا میں تبدیلی، جس کو سیاسی لوگ انقلاب انقلاب کہہ رہے ہوتے ہیں، معتدل قسم کے لوگ جسے تبدیلی کہتے ہیں اور فقراء لوگ جسے صلاح و فلاح کہتے ہیں، آتی ہے۔ اصلاح درست ہونا اور فلاح کامیابی۔ بنے ہوئے انسان کی اصلاح سے فلاح آتی ہے۔ اس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے بننے کی منصوبہ بندی وحی کی شکل میں آسمان سے زمین کی طرف بھیجی ہے جس میں چار کتابوں کی نشاندہی کی اور ''صحفِ ابراہیم وموسیٰ'' کے نام سے صحیفوں کا تذکرہ کر دیا گیا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام آئے ہیں۔ بڑی کتابیں تو چار ہی آئی ہیں اور پتہ نہیں کتنے صحیفے ان کے ساتھ آئے ہوں گے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے چار وید اور ان کی اپنشد، پران اور گیتا، یہ سات کتابیں جو ان کی ہیں ان میں سے چار وید نوحؑ کے صحیفے ہیں۔ ان صحیفوں میں اب تک توحید کی بات موجود ہے۔ ہر طبقے میں

علماء کے درجے ہوتے ہیں جس طرح ہم کہتے ہیں مولوی، مولانا، عالمِ ربانی، امام، علامہ، علامۃ الدہر، یہ مختلف درجے ہیں اسی طرح ہندوؤں میں جو سب سے آخری درجہ ہے اسے مڈھ پنڈت کہتے ہیں۔ ایک مڈھ پنڈت کا بیٹا سنجے اپنے باپ سے تربیت حاصل کر رہا تھا۔ اس نے جب وید پڑھا تو اس میں ایک مضمون آرہا تھا جس کو اس کا باپ سرسری پڑھ کر گزر جاتا اور اس پر بحث نہیں کرتا تھا۔ وہ مضمون توحید کا تھا۔ اس نے اپنے باپ کے ساتھ اس پر ٹاکرہ کیا، بحث کی اور کہا کہ مجھے مطمئن کرو۔ باپ نے اس کو ڈانٹ ڈپٹ کر اور اس کی بات کو نظر انداز کر کے اس کو فارغ کر دیا۔ بیٹے کو اس بات پر پریشانی ہوئی اور اندازہ ہوا کہ یہ میرے سوال کا جواب نہیں دے سکا لہٰذا اس کے پاس حق نہیں ہے۔ وہ گھر سے نکل گیا۔ وید میں جو توحید کی بات تھی اس کو ڈھونڈنے کے لئے نکل گیا۔ کہتا ہے کہ میں پھرتا رہا پھرتا رہا، بدھ مت والوں سے ملا، اس کے علاوہ مذاہب والوں سے بات کی لیکن دل کو تسلی نہ ہوئی۔ ایک دفعہ ایک بس میں سفر کر رہا تھا، میرے ساتھ ایک مسلمان بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے دین کی بات کی۔ اس کی بات میں توحید کی وہ بات تھی جو وید نے وید میں پڑھی تھی۔ مجھے بڑی دلچسپی ہوئی۔ اس کی بات کو میں نے سنا اور سننے کے بعد میں نے کہا کہ یہ بات مجھے بڑی پسند ہے، مجھے اس کی تفصیلات بتاؤ۔ اس نے کہا کہ میں تو اتنا پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں، آپ اگر رات کے لئے میرے پاس ٹھہر جائیں تو میں آپ کو اپنے امام صاحب کے پاس لے کر جاؤں گا۔ وہ آپ سے تفصیلی بات کریں گے۔ سنجے اس کے پاس ٹھہر گیا۔ امام صاحب نے جب اس سے بات کی تو اس کے دل کو تسلی ہوئی کہ جس بات کو میں وید کی وجہ سے ڈھونڈ رہا تھا وہ اس کے پاس ہے۔ پھر اس پر میں نے اسلام قبول کیا۔ امام صاحب نے کہا کہ آپ کا نام بدلتے ہیں اور پوچھا: ہندی اور سنسکرت میں سنجے کا معنیٰ کیا ہے؟ ہندی میں سنجے کا معنیٰ ہے اللہ کے خاص تعلق والا بندہ یعنی ولی اللہ۔ انھوں نے کہا کہ آپ کا نام سنجے ہی ٹھیک ہے کیونکہ اس کا معنیٰ ٹھیک ہے اور اس طرح سے آپ کو مشکلات بھی نہیں ہوں گی۔ یہ سنجے مکہ مکرمہ میں حاجی عبدالمنان صاحب سے ملا ہے شاید، مجھے انھوں نے ہی سنایا ہے۔ پھر اس نے کتابیں لکھی ہیں۔ میں نے کہا کہ سنجے کو پیغام بھیجو کہ پاکستان کا ایک دورہ کرے اور میرے پاس مہمان ہو اور اس کو میں ساری اہم جگہوں کا دورہ کراؤں گا اور اس

کی کتابیں میں پاکستان سے شائع کروں گا۔

عرض میں یہ کر رہا تھا کہ پہلے انسان کے ساتھ وحی کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے بننے کی منصوبہ بندی کو بھی بھیجا اور وہ وحی کی شکل میں آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی شکل میں آئی جس میں وہ مضامین، صفات اور خصوصیات بیان ہوئی ہیں جن کی جدوجہد کر کے آدمی نے اپنے اندر لانا ہوتا ہے۔ Peptic Ulcer کے کیس میں معدے کی Selective Vagotomy کرنا، ایسے طریقے سے Vagus Nerve کو کاٹنا کہ معدے کی سپلائی تو کٹ جائے تاکہ Hyperactive (زیادہ حساس) معدہ جگہ پر آجائے لیکن Pancrease (لبلبے) کی سپلائی، Gall Bladder (پتے) اور Duodenum (چھوٹی آنت) کی سپلائی متاثر نہ ہو۔ یہاں جتنے سمجھدار ڈاکٹر بیٹھے ہوئے ہو کبھی سنا ہے کہ پشاور میں سیلیکٹو ویگاٹمی کا کیس ہوا ہو؟ یا پاکستان میں بھی کسی کی معلومات میں ہے کہ ہوا ہو؟

"For the treatment of this case selective vagotomy should be done"

(ایسے کیس کے لئے سیلیکٹو ویگاٹمی کی جائے) ایک جملہ ہے جو کتاب میں موجود ہے لیکن اس کو حاصل کر کے اس کو عملی طور پر کرنا اتنا مشکل ہے کہ خیبر میڈیکل کالج کے بنے ہوئے ۱۹۵۴ء سے ابھی تک ساٹھ سال ہو گئے پر اب تک اس جملے کو عملی طور پر کوئی سرجن بھی کر کے نہیں دکھا سکا ہے۔ جب کہ منصوبہ بندی اور تعلیمات کی شکل میں تو وہ موجود ہے کتابوں میں لیکن کر کے دکھانے کے لئے وہ جدوجہد نہیں کی گئی کہ اس پائے کا سرجن پیدا ہوتا اور اس نے سیلیکٹو ویگاٹمی کر کے دکھائی ہوتی۔ یہ ہوتی ہے منصوبہ بندی اور جدوجہد اور پھر عملی طور پر اس کو وجود میں لا کر دکھانا۔

انسان کے بننے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے آخری پیغام، سب سے مکمل پیغام اور سب سے اعلیٰ پیغام قرآن پاک کی شکل میں بھیجا جس نے ۱۴۴۸ سال سے چیلنج دیا ہوا ہے کہ میرے جواب کے تین جملے بنا کر لاؤ اور ۱۴۴۸ سال گزر گئے اور سارا عالمِ انسانیت اس بات کا جواب نہیں دے سکا۔ رازی ہال میں میرا درسِ قرآن ہوتا تھا۔ وہاں ایک آیت میں نے پڑھی، اس میں لکھا تھا کہ قرآن یہ کہہ رہا ہے لہٰذا اس کو مانو تو اس وقت کے جو میرے طلباء تھے انھوں نے کہا کہ سر اس کو ہم تو بالکل مانتے ہیں کیونکہ مسلمان ہیں، جو قرآن کہہ رہا ہے اس کو مانتے ہیں اور اسی کو حق

سمجھتے ہیں، ہمارا اس پر ایمان ویقین ہے لیکن ایک کافر کہے کہ میں اس کو خواہ مخواہ مانو تو کیوں مانو۔ قرآن کہہ رہا ہے تو میں مان لوں، یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ یہ کوئی منطقی، Logical یا عقلی بات یا کوئی فلسفیانہ بات نہ ہوئی کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے کہ میری بات مانو اور دوسرا کہے کہ میں مانتا ہوں جبکہ اس کے پیچھے کوئی دلیل ہی نہ ہو۔ اس کا کیا جواب ہے؟ میں نے کہا آپ کا سوال بڑا مشکل ہے۔ مجھے اس کا جواب سمجھ نہیں آرہا۔ میں پوچھوں گا اہلِ علم سے اور پھر آپ کو بتاؤں گا۔ جب کوئی سوال انسان کے ذہن میں آجائے تو انسان کے ذہن کا کمپیوٹر کام شروع کر دیتا ہے۔ یہ سو رہا ہو جاگ رہا ہو، سوچتا ہو نہ سوچتا ہو، نماز پڑھ رہا ہو، کھانا کھا رہا ہو، کمپیوٹر اپنی فائلیں الٹ پلٹ رہا ہوتا ہے اور اپنا کام کر رہا ہوتا ہے۔ ایک دن تلاوت کرتے ہوئے میرے سامنے بات آئی تو میں نے سوچا کہ آج ان کو جواب دوں گا۔ اس دن جو میں درس کے لئے بیٹھا تو میں نے کہا کہ آج میں آپ کے سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔ آپ نے پوچھا تھا کہ قرآن اس بات کو کہہ رہا ہے کہ مانو تو کیوں مانیں، یہ تو کوئی عقل، دلیل کی بات نہ ہوئی تو اس کے جواب میں جو آیت آئی ہے وہ پہلے پارے میں ہے اور وہ ہے و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدآئکم من دون اللہ ان کنتم صادقین (البقرہ ۲۳) اگر تم شک میں ہو اس چیز کے بارے میں جسے ہم نے اتارا اپنے بندے پر تو پھر اس کی طرح کی ایک سورۃ لاؤ۔ اور سارے حمایتیوں کو لے کر آجاؤ۔ یعنی انسان کے پاس جتنا علم، تجربہ، سائنس، ٹیکنالوجی، جتنے وسائل ہیں ساروں کو لے کر آؤ اور ان سب کو لا کر اس کے مقابلے کی چیز لے کر آئے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم بھی ہو اور اگر نہ لا سکے تو قرآن نے آپ کو لاجواب کر دیا۔ جس طرح آپ پشتو میں کہتے ہیں چہ پڑمی کہ مڑمی کہ (مجھے لاجواب کردو، خیر ہے پھر قتل کر دو) یعنی جو آدمی لاجواب ہو گیا اور شکست کھا گیا، جس نے ہتھیار ڈال دئے پس اس کے دلائل اور باتیں ختم ہو گئیں۔ اب جس نے لاجواب کیا ہے اور جس نے پڑ کیا ہے تو بات اس کی چلے گی۔ میں نے کہا اب بتاؤ کہ مانو گے کہ نہیں مانو گے؟ یا تو اس کا جواب لاؤ اور اگر نہیں لا سکتے تو اس کے آگے لاجواب ہو تم اور اس کو تمہیں ماننا پڑے گا۔

رمضان ان تعلیمات اور جدوجہد کی سالگرہ ہے۔ ختمِ قرآن جو تراویح میں ہوتا ہے یہ

چودہ سو سال سے مسلسل ہو رہا ہے۔ یہ عبادت ہے۔ایک لفظ کے بدلے میں سو نیکی ملتی ہے اور انوارات کا نزول ہوتا ہے، اتنی برکات ہیں، اتنا اجر ہے، دعائیں قبول ہوتی ہیں، اتنی رحمتیں ہیں، وہ تو ساری ہیں ہی۔ یہ ایکPractical Proof (عملی ثبوت) ہے جو چودہ سو سال سے مسلسل چل رہا ہے کہ ہر سال یہ کتاب پڑھ کر سنائی جا رہی ہے۔انڈونیشیا، ملائیشیا سے شروع کرو اور ساری دنیا کا چکر لگا کر امریکہ، کینیڈا سے واپس ہو کر پھر اس جگہ پر آؤ تو ساری جگہوں پر یہ مسلسل تراویح میں پڑھا جا رہا ہے۔اس وقت ہم نے پڑھ کر ختم کیا، افغانستان ہم سے آدھا گھنٹہ بعد ہے، وہاں ابھی جاری ہے۔ وہاں ختم ہوگا تو عراق اس سے آدھا گھنٹہ بعد میں ہے، وہاں جاری ہوگا، سعودی عرب اس سے آدھا گھنٹہ بعد میں ہے، یہاں تک کہ سارے Globe پر یہ مسلسل پڑھا جا رہا ہے۔سب کا Data اکٹھا کر کے تم اس کو Compare کرو اس کو Tele کرو تو پتہ چلے گا کہ کسی جگہ اس میں فرق نہیں آ رہا۔ This is the practical proof provided for the last fourteen hundred years continuously. (یہ وہ عملی ثبوت ہے جو گزشتہ چودہ سو سالوں سے مسلسل مہیا چلا آ رہا ہے) اس کو مسلسل کر کے بتایا گیا تا کہ یہ انسانوں کے سامنے ایک ثبوت کی شکل میں ہو۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کے ایک ایک لفظ میں اور زبر زیر میں فرق نہیں آیا ہوا۔ یہ ختم رحمت کے ساتھ ساتھ ایک عملی ثبوت ہے اس کی حقیقت ہونے کا۔تعلیمات کے بارے میں کہا گیا کہ اس کو تراویح میں کھڑے ہو کر سنو۔اس وقت میں آپ میں سے کسی ایک کو بھی کھڑا کروں تو انگریزی میں تقریر کر سکتے ہو، کوئی تقریر اگر میں کروں تو اس کو ترجمہ لوگوں کو سنا سکتے ہو، کوئی لکھی ہوئی تحریر ہو اس کو پڑھ سکتے ہو۔لیکن اگر میں دعائے قنوت کا معنیٰ پوچھوں تو اس وقت اگر ۱۳۰ آدمی بیٹھے ہیں تو ان میں بہ مشکل پندرہ آدمی دعائے قنوت کا ترجمہ سنا سکیں گے باقی نہیں سنا سکتے۔ وجہ کیا ہے؟ نظامِ تعلیم۔ایسا نظامِ تعلیم انگریز دے کر گیا ہے جس میں عربی سے، فارسی سے، قرآن سے، ہدایت سے دور کر کے اس کے قابل ہی نہ چھوڑا کہ اس کو سمجھ سکتے ہو۔ جو آدمی اس کو پڑھتا ہو اور اس کو ترجمہ جانتا ہو، اس کی باریکیاں جانتا ہو، اس میں جو عربی کمال ہے اس کو جانتا ہو، پھر اس میں جو دعوت ہے اس میں جو زور ہے اس کو سمجھتا ہو، اس کو جب پڑھنے والا پڑھتا ہے اور سمجھنے والا سمجھتا ہے تو وہ تو دل چیر رہا ہوتا

ہے اور جتنی اس میں حلاوت اور مٹھاس ہے وہ تو ایسی زبردست ہوتی ہے کہ ساری رگیں بجنا شروع ہوجاتی ہیں، اتنا لطف ہوتا ہے اس میں۔لیکن ہائے افسوس کہ تو الفاظ کو سمجھنے والا بھی نہ رہا۔ایک تفسیر ہے 'تفسیرِ ماجدی'۔مولانا عبدالماجد دریا بادی کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ اس آدمی کی لکھی ہوئی ہے جس کی فلسفے کی اتنی مہارت تھی کہ فلسفہ پر ان کی اپنی بی۔اے کے بعد لکھی ہوئی کتاب انگلینڈ سے چھپی تھی۔ کہتے ہیں کہ میں علمی اور دیندار خاندان کا آدمی لیکن دہریہ ہوگیا، خدا کا منکر ہوگیا اور خدا کا منکر ہوتے ہوئے میں زندگی گزار رہا تھا اور تعلیم میں نے ایسی حاصل کی ہوئی تھی کہ فلسفہ کا ماہر، انگریزی کا ماہر، عربی کا ماہر۔ کہتے ہیں کہ اکبرالہ آبادی کے ہمارے خاندان کے ساتھ تعلقات تھے۔اکبرالہ آبادی جج گزرا ہے، شاعر گزرا ہے اور بہت دین کی محبت والا آدمی گزرا ہے۔ان کی شاعری مشہور ہے۔آپ لوگ تو فارغ ہوگئے کیونکہ نظامِ تعلیم کو مسلسل ورلڈ بینک نے مشروط امداد دے دے کر ان ساری باتوں کو نکلوایا ہے نصابِ تعلیم سے جو کہ آپ کی اسلامی شخصیت کی تعمیر کرسکیں۔اکبرالہ آبادی کی شاعری بھی آپ لوگوں کے سامنے ناپید ہے۔ کہتے ہیں کہ اکبرالہ آبادی ہمارے گھر آیا کرتے تھے۔انھوں نے کہا کہ عبدالماجد! میں نے کہا جی۔کہا یہ تو مانتے ہو کہ قرآن مجید ایک ادبی شاہکار ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں ادبی شاہکار تو ضرور ہے، عربی میں تو اس کا جواب نہیں۔انھوں نے کہا کہ عربی ادب کی کتاب کے طور پر اس کو پڑھتے رہا کرو۔ کہتے ہیں کہ واقعی میں باقی عربی کتابوں کو بھی پڑھتا تھا کہ عربی ادب کے ساتھ میرا تعلق تھا اور یہ تو سارے مانتے ہیں اور ایک غیر مسلم ادیب کا قول ہے کہ (نعوذ باللہ) قرآن کو آسمانی اور روحانی کتاب کہہ کر اس کے ادبی مقام کو گھٹایا گیا ہے۔ کیونکہ اگر یہ آسمانی اور روحانی کتاب نہ ہو تب بھی یہ بہت لاجواب ہے اور شاہکار ہے۔ کہتے ہیں کہ میں قرآن پڑھنا شروع کیا، اور پڑھنا جو شروع کیا تو پھر وہ تو کوئی ایسی چیز ہے نہیں کہ جو صرف الفاظ پڑھ کر آدمی گزر جائے۔ وہ تو انسان کی عقل کو مروڑ کے اور دل کو جھنجھوڑ کے اور بدن کو بھنبھوڑ کے اور ہدایت کی روشنی کو انسان کے اندر سمو کے چھوڑتا ہے۔آخر قرآن نے اپنا اثر دکھایا اور قرآن نے مجھے اپنے ایمان پر واپس لاکر چھوڑا۔ پھر کہتے ہیں کہ میرا خیال ہوا کہ اب بیعت ہوکر مکمل اصلاح کرنی چاہیئے تو میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کے پاس گیا۔ان سے بیعت ہوا۔انھوں نے حضرت تھانوی

صاحبؒ کے پاس بھیجا۔حضرت تھانوی صاحبؒ نے میرے خیالات سنے اور حالات دیکھے تو کہا کہ برخوردار آپ ایک تفسیر لکھیں کیونکہ دہریت کے جتنے سوال ہیں ان کے جواب آپ دے سکتے ہیں۔ پھر انھوں نے تفسیرِ ماجدی لکھی ہے۔تفسیر ماجدی میں تورات، انجیل، تالمود (تورات کی تفسیر کا نام تالمود ہے) پر جتنی Comparative Study (تقابلی مطالعہ) ہے چودہ سو سال میں کسی تفسیر میں نہیں ہے، اتنا کام انھوں نے کیا ہے اور دہریوں کے جو جوابات انھوں نے دئے ہیں وہ باقی تفسیروں میں نہیں ہیں۔ پھر انگریزی میں بھی ان سے تفسیر لکھوائی تو حضرت عبدالماجد دریاآبادیؒ نے انگریزی میں بھی تفسیر لکھی ہے۔ان کی یہ دو تفسیریں ہمارے تفسیری سرمایہ میں بہت اہم ہیں اور کسی کا شوق ہو تو اردو والی تفسیرِ ماجدی لے کر پڑھے۔

یہ تعلیمات ہیں اور یہ کوئی Theoretical Discussion (نظری بحث) نہیں تھی۔ افلاطون نے The Republic کتاب لکھی جس میں اس نے Welfare State (فلاحی ریاست) کا نقشہ پیش کیا کہ اگر ایسی ریاست وجود میں آجائے تو بہت زیادہ انسانوں کی فلاح اور خوشگوار زندگی کا ذریعہ ہوگی۔لیکن وہ کتاب ہی رہی، اس طرح کی State یا ریاست کبھی وجود میں نہ آئی۔ کتاب تو تھی لیکن اس طرح کی Welfare State وجود میں نہیں آئی۔ جبکہ قرآن پاک نے جس بات کو کہا اس کو عملی طور پر مسلمانوں نے کر کے دکھایا اور اس کو نافذ کر کے ایک ہزار سال تک ساری زمین میں سپر پاور کے طور پر چلا کر دکھایا ہے۔ہم ایک ہزار سال تک دنیا میں سپر پاور رہے ہیں اور ہمارا World Order چلتا رہا ہے۔ لہٰذا وہ کوئی Theoretical Discussion نہیں تھی وہ Practical Proof کے طور پر اپنے سارے خواص، ساری صفات اور سارے اثرات کے ساتھ وجود میں آئی ہے۔اور وجود میں آ کر ساری دنیا میں چھائی رہی ہے۔

رمضان کے مہینے میں فرض کئے گئے تم پر روزے جیسے فرض کئے گئے تم سے پہلے لوگوں پر تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔ رمضان ایک ایسا مہینہ دیا گیا کہ اس میں تم نے اپنے آپ پر توجہ کرنی ہے۔آپ کی گاڑی سارا مہینہ آپ کو دوڑاتی پھرتی ہے، کہاں کہاں لے جاتی ہے، لیکن وہ گاڑی کہتی ہے کہ مہینے میں ایک دو گھنٹے آپ مجھ پر بھی توجہ کریں گے۔اس کی سروس کراتے ہیں۔

اب تو آٹو میٹک گاڑیاں ہیں، ہم پرانے زمانے کے لوگ ایک ایک پرزے میں گریس ڈالا کرتے تھے سروس کے بعد۔ ایک لمبی گن ہوتی تھی اس سے ایک آدمی گریس ڈالتا تھا۔ تو گاڑی بھی کہتی ہے کہ مہینے میں دو گھنٹے مجھے دیں گے اور جو جو پرزا میرا اگڑ بڑ کر رہا ہے اس پر توجہ دیں گے تو میں پھر ایک ماہ کے لئے دوڑنے کو تیار ہوں۔ لیکن اگر آپ نے یہ وقت مجھے نہ دیا تو پھر میں آپ کے کام کی نہیں رہوں گی۔ اس طرح انسان نے عملی زندگی میں استعمال ہونا ہے اور اس کو بھی بننے کے لئے وقت چاہئے اور رمضان کا مہینہ اس کو بننے کے لئے دیا گیا ہے۔ یہ اس ٹریننگ کا ایک شارٹ کورس ہے۔ ہر کورس میں Course Work ہوتا ہے۔ اس کا کورس ورک چار اعمال ہیں۔ پہلا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم یعنی روزہ۔ دوسرا شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن یعنی قرآن میں مشغول ہونا۔ تیسرا عاکفون فی المساجد یعنی اعتکاف کرنا۔ چوتھا فدية طعام مسکین یعنی صدقۂ فطر۔ چار اعمال کے ذریعے سے آپ نے اس شارٹ کورس کو کامیابی سے گزار کر تقویٰ کی تربیت حاصل کرنی ہے۔

حضرت مولانا زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب فضائلِ رمضان سے روزہ کا باب پڑھیں۔ آنکھ کا روزہ، کان کا روزہ، زبان کا روزہ، روح کا روزہ اور سرِ خاص کا روزہ، یہ ایک پوری بحث لکھی ہوئی ہے کہ روزہ صرف منہ بند کر لینے کا نام نہیں ہے۔ سارے اعضاء کا، دل کا کیا روزہ ہے، روح کا کیا روزہ ہے، آنکھ کا کیا روزہ ہے، کان کا کیا روزہ ہے، جب روزہ ساری تفصیلات کے ساتھ حاصل ہوتا ہے تو پھر وہ اپنا اثر دکھاتا ہے۔ قرآن میں مشغول ہونے کا سب سے افضل ترین طریقہ تراویح میں کھڑے ہو کر سننا ہے۔ پھر اعتکاف ہے۔ اسلام میں رہبانیت تو نہیں ہے، دنیا کو چھوڑ دینا تو نہیں ہے لیکن اصلاح کے لئے کچھ وقت چھوڑنا ضروری ہے جیسا کہ رمضان میں دس دن کے اعتکاف کی شکل میں کہا گیا ہے۔ اگر اتنی سُستی ہو گئی کہ ایک مسجد میں ایک آدمی بھی نہ بیٹھا تو سارے لوگ گنہگار ہو گئے۔ اتنی اہم چیز تھی کہ اس کے بارے میں کہا گیا کہ سارے ہی مسجد میں آکر بیٹھ جاتے، اکثر ہی مسجد میں آکر بیٹھ جاتے، کوئی بھی نہیں آتا اور علامتی طور پر ایک آدمی بھی نہیں بیٹھا تو اس پر اللہ پاک اتنا ناراض ہوا کہ گویا سب گنہگار ہوئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر

سال اعتکاف فرمایا ہے۔ایک سال جہاد کی وجہ سے رہ گیا تھا تو اس کا وفات کے سال کفارہ کرتے ہوئے بیس دن کا اعتکاف کیا ہے اور ایک سال آپ ﷺ نے پورے مہینے کا اعتکاف کیا ہے۔ اعتکاف پر پورا باب حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے لکھا ہوا ہے۔ پھر صدقۂ فطر مال کی شکل میں تقسیم کریں تاکہ غرباء کے دل بھی آپ کی طرف سے صاف ہوں اور وہ بھی آپ کے ساتھ شامل ہو کر زندگی کی دوڑ میں اکٹھے ہوں تاکہ زندگی آپ کی خوشگوار ہو ورنہ آپ تو کھا پی رہے ہوں مزے کر رہے ہوں اور دوسرا گروہ محرومیوں کا شکار ہو تو آپ کی زندگی اکیلی خوشگوار نہیں ہو سکے گی۔ یہ شارٹ کورس تھا جس کے بارے میں کہا گیا کہ اس کو اس طریقے سے گزارو تاکہ اس کے نتیجے میں تمہارے اندر تقویٰ کی صفت پیدا ہو جائے۔ ہم تو بس منہ بند کر کے شروع کر دیتے ہیں۔ فضائلِ رمضان کو تو ہر آدمی نے تعلیم میں سننے سنانے اور گھر پر تعلیم کرنے کے علاوہ علیحدہ بیٹھ کر اس کو پڑھ کر ایک ایک بات پر غور کر کے پھر اپنے آپ کو دعوت دے کہ آیا تو نے اس کو اپنے اندر پیدا کیا ہے یا نہیں۔اس کو خوب غور وفکر سے پڑھ کر اور اس کی معلومات اور تعلیمات اور اس کے تقاضے اور اس کی دعوت کا اپنے آپ سے مطالبہ کرے کہ آیا تو نے اپنے اندر پیدا کیا کہ نہیں۔اس کے مطابق رمضان گزاریں پھر دیکھیں کہ اس کا کیا نتیجہ ہے۔ روزہ کا جو زور ہے اس کے متعلق آپ کو دلچسپی کی ایک بات سنا دوں۔ایک برخوردار ہے ہمارا ڈاکٹر حماد۔اس نے کہا کہ سر پارٹ ون کا امتحان تو میں نے دے دیا، اب میں پاس ہو جاؤں۔ میں نے کہا پاس ہونے کا تو ہمارے پاس ایک نسخہ ہے، اس کو اگر استعمال کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ تین دن کا اعتکاف کرنا ہے اور تین دن اعتکاف میں نفل روزے رکھنے ہیں اور کھانا سوکھی روٹی ہوتی ہے وہ بھی بغیر نمک کے اور سادہ پانی۔بس سوکھی روٹی اور پانی۔ اس نے تین دن اعتکاف کیا اور اللہ کی شان کہ تین دنوں میں کل ملا کر آدھی روٹی کھا سکا ہے۔ اعتکاف کے بعد مجھے میسج آیا کہ سر میں امتحان میں پاس ہو گیا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ تو ادنیٰ اثرات وفوائد ہیں نفل روزے کے۔ اتنی مشکلات کا حل ہونا۔ایک دوسرا اعتکاف میں کرایا کرتا ہوں اغوا ہونے والے لوگوں کے لئے۔اس میں سورۃ نور کی ایک آیت اور سورۃ لقمان کی ایک آیت کا ورد کراتے ہیں۔ جتنے لوگوں کو کرایا ہے اللہ کے فضل سے بغیر پیسے دئے چھوٹ کر آئے ہیں۔ایک آدمی

نے غلطی سے ایک لاکھ دے دیا تھا باقی سارے بغیر پیسوں کے چھوٹ کر آئے ہیں۔ ہمارا ایک سٹوڈنٹ تھا ڈاکٹر' انشاءُاللہ'۔ وہ پشاور ایک ڈینٹل سرجن معین کے ہاں مہمان ہوا۔ کھانا وغیرہ کھایا اور کافی دیر سے اس نے کہا کہ میں ابھی واپس جا رہا ہوں لکی مروت۔ معین نے روکا کہ بڑی دیر ہے، کہنے لگا کوئی خاص بات نہیں ہے۔ وہ گیا اور راستے میں بیٹے سمیت اغواء ہو گیا۔ اس کی بیوی نے ٹیلیفون پر اطلاع دی۔ میں نے کہا تو اس کے لئے اعتکاف کر لے تین دن کا اور سورۃ نور اور سورۃ لقمان کی ان ان آیتوں کا ورد کرتی رہ، اللہ خیر کرے گا۔ عورتوں کے لئے آسان ہوتا ہے گھر میں۔ اس نے اعتکاف کیا اور مجھے اطلاع آئی کہ انشاءُاللہ آزاد ہو گیا۔ میں نے اسے ٹیلیفون کر کے کہا کہ میں کوئی روایتی پیر تو نہیں، میں شکرانے نہیں مانگتا لیکن کم از کم شکر تو کرتے، شکرانہ نہ سہی شکریہ تو ادا کرو نا! تم نے شکریہ بھی ادا نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ میں ایم فل کر رہا تھا، وہاں چلا گیا، فارغ ہو کر حاضر ہوتا ہوں۔ میں نے کہا ہمیں اپنی آزادی کی داستان تو سناؤ۔ اس نے کہا کہ اس طرح ہوا کہ میں گردو پیش کا حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ ایک دن ہم نے منصوبہ بنایا اور میں نے اور بیٹے نے کوشش کی اور روشندان میں چڑھے۔ سحری کا وقت تھا۔ جب ہم نے وہاں سے چھلانگ لگائی تو آدمی تو ان کے سوئے ہوئے تھے ہی، ان کے کتے بھی نہیں جاگے۔ حالانکہ کتا بہت بیدار چیز ہے اور حرکت سے فوراً بیدار ہو جاتا ہے۔ اسی کام کے لئے پالا جاتا ہے۔ بس ہم نکل کر بھاگے۔ آگے آئے تو اصلی طالبان مل گئے۔ انھوں نے کہا کہ اگر آپ ہمارے ساتھ واپس جاتے ہیں تو ہم ان سب کو پکڑ کر گرفتار کرتے ہیں۔ ہمیں اطلاع بھی ملی ہے کہ پنجاب کے کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں اور یہاں جگہ لے کر انھوں نے اغوا کاری کے مرکز بنائے ہوئے ہیں۔ پنجابی کمائی میں ہم سے زیادہ ہوشیار ہیں اور یہ تو کمائی کا آسان طریقہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ اللہ نے ایک دفعہ چھڑایا ہے کہیں پھر نہ پھنس جائیں۔ اس لئے ہم ان سے اجازت لے کر آگئے۔

ایک سٹوڈنٹ ہمارا اغوا ہوا۔ ان لوگوں کو میں نے اعتکاف کا کہا۔ انھوں نے پولیس والوں کو بتایا۔ پولیس نے کہا کہ یہ آدمی بھی بیچ میں شامل ہے (یعنی میں)۔ کچھ دن وہ اس غم میں رہے۔ میں نے ان سے کہلوایا کہ بیوقوفو یہ اعتکاف تو کر لو چاہے میں اس میں شامل ہوں یا نہیں، وہ

الگ مسئلہ ہے۔انھوں نے اعتکاف کیا۔میرے کبیر میڈیکل کالج کے ایک شاگرد نے خواب دیکھا کہ ایک قاری صاحب اس میں شامل ہے۔لڑکا اچھا اور نیک تھا۔میں نے کہا کہ آپ یہ خواب کسی طرح پولیس تک پہنچا دیں۔تاج آباد کے محلے کی مسجد کا امام صاحب گینگ کا ممبر تھا۔اس محلے میں ایک مکان میں اس کو رکھا ہوا تھا۔پولیس نے چھاپا مارا۔کراس فائرنگ ہوئی، دو آدمی مارے گئے اور بغیر پیسے دیئے شاگرد ہمارا آزاد ہو کر آیا۔یہ برکتیں تو دنیا کی ہیں، بہت معمولی، نفل روزے اور نفل اعتکاف کی، اس پر جو اخروی رحمتیں برکتیں اللہ پاک نصیب فرمائے گا وہ تو سوچ سے ہی باہر ہیں۔اس لئے عمل تو ہر آدمی کرتا ہے لیکن قیمت اس عمل کی ہے جو یقین کے ساتھ ہو۔عمل کی قوت اس کے اندر کا یقین ہے اس لئے یقین کی یہ مثالیں میں نے اس لئے بیان کیں کہ ان اعمال کو یقین کے ساتھ لے کر آگے چلیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ساری دنیا کو آپ کے پیچھے چلنے پر مجبور فرمائے گا۔اس کے لئے عمل کی نیت کریں۔

ہمارا ایک تربیتی اعتکاف ہوتا ہے دس دن کا اس میں آ کر شامل ہوں۔ایمان عقائد سے لے کر باطنی صفات اور دین کی ضروریات ساری باتوں پر دس دن میں مختصر بحثیں ہو کر ایک ایسا شارٹ کورس ہم کروا لیتے ہیں کہ آدمی کے لئے ضروری دین کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔تعلیمات، منصوبہ بندی اور عمل، تین چیزیں ہیں۔ایک عمل ہوتا ہے اور ایک عمل میں کوشش ہوتی ہے، ایک عمل میں رگڑا ہوتا ہے اور کمالات رگڑے سے ملتے ہیں۔ٹاپ (Top) وہ کیا کرتا ہے جو ساری رات کرسی پر بیٹھ بیٹھ کر سکڑ جاتا ہے۔کاکول میں ہمارا ایک برخوردار ٹریننگ کر رہا تھا۔اس نے اپنے حالات سنائے کہ دسمبر میں انسٹرکٹر کا حکم آیا کہ رات بارہ بجے فال اِن ہو جائے یعنی حاضر ہو جائے، وہ بھی صرف ایک نکر پہنے ہوئے۔کہتا ہے کہ وہ ہمیں لے کر گیا اور ٹھنڈے پانی کے تالاب میں غوطے لگوائے۔سب نے پانی میں چھلانگیں لگائیں۔پھر وہاں سے نکالا اور ورزش کروائی یہاں تک کہ بدن سے پسینہ نکال دیا۔پھر کہا کہ جا کر سو جاؤ۔رات ایک بجے سلایا اور صبح کی نماز میں ساڑھے چھ بجے پھر حاضر۔اس کو کہتے ہیں رگڑا۔اس کے بعد پھر افسر بنتا ہے۔دوسرا برخوردار ٹریننگ کے لئے گیا تھا۔وہ جب آیا تو میں نے پوچھا ٹریننگ کیسی ہے۔کہنے لگا کیا بتاؤں کیسی ہے، عشاء کے وقت

مجھے انسٹرکٹر نے بلایا۔ کہتا ہے کہ میں اس کے گھر گیا کاکول میں جو کہ اوپر کی منزل پر ہے۔ میں نے دستک دی اور کہا کہ بولو رفیق آیا ہے۔ ایک گھنٹا اس نے باہر کھڑے رکھا۔ خود اندر ڈبے پر تماشے دیکھ رہا تھا۔ ڈبے کا نام بھی میں نہیں لیتا کہ گندی چیز کا نام میں زبان پر کیوں لاؤں۔ ایک گھنٹے بعد انسٹرکٹر نے نکل کر کہا کہ تم آئے ہوئے ہو۔ میں نے کہا جی سر کیا، بات ہے؟ اس نے کہا کہ ان سیڑھیوں سے لڑھکو، اس لئے بلایا تھا تمہیں۔ کہتا ہے میں سیڑھیوں سے لڑھکا اور نیچے آکر کھڑا ہو گیا اور کہا جی سر۔ اس نے کہا بس اب چلے جاؤ۔ میں نے سوچا اچھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جسم کو بھی رگڑا دیتے ہیں اور نفس کو بھی رگڑا دیتے ہیں، انا کو بھی توڑتے ہیں، تب افسری دیتے ہیں۔

میں نے دو سال کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں بھی پڑھایا ہے۔ وہاں میرے دو مہمان آگئے۔ میں نے کہا کھانا میرے ساتھ کھا کر جائیں۔ وہ ایک آدمی لائے تھے کہ اسے گردے کی تکلیف ہے، اسے دم کر دیں۔ یہ کاکول میں سلیکٹ ہوا تھا اور وہاں جو رگڑا ملا ہے تو اس کا گردہ خراب ہو گیا، اب علاج اور دم کے لئے لائے ہیں۔ میں نے کہا پہلے کھانا کھاؤ۔ کھانے پر جو بیٹھے اور میرے بیرے نے کھانا رکھا تو اس مریض نے اس کو بے عزت کر دیا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ افسر ابھی بنا نہیں ہے اور افسری شان اس کی ابھی سے ہو گئی ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ ابھی تو اس کا مرض کم ہے، یہ تو اور بیمار ہونا چاہئے۔ افسر ابھی بنا نہیں اور پشتو میں جو لفظ کہتے ہیں چے پلانے وازی ای شروع کڑے دہ۔ وہ لفظ میں مسجد میں نہیں بولتا۔ اس کا تو ابھی علاج نہیں بلکہ مزید بیماری کا رگڑا ملنا چاہئے۔ یہ سفارشی لگ رہا تھا۔ جو سفارش پر کاکول آیا ہوتا ہے اس کے گردے، جگر یا دل پر رگڑے کا اثر آتا ہے۔ اسے کاکول کی ٹریننگ کا رگڑا ٹھیک کرتا ہے۔ اعتکاف میں بھی ہم رگڑا دیتے ہیں۔ ایک ختم کراتے ہیں چھ دن کا اور ایک کراتے ہیں تین دن کا۔ جب آدمی کی کمر دکھتی ہے اور ہڈیاں درد کرتی ہیں اور پٹھے کھنچتے ہیں۔ پھر آدمی کی روح میں نورانیت اور روحانیت آتی ہے۔ خوشحالہ تہ دہ کپڑی دکاندار ای، نن سبا سہ حال دے؟ (خوشحال! تم کپڑے کے تاجر ہو، آج کل کیا حال ہے؟) خوشحال نے جواب دیا: 'کمر دکھ رہی ہے، پٹھے درد کر رہے ہیں، اتنا زیادہ گاہکوں کا رش ہے) پیسہ تب ملتا ہے جب کمر ٹوٹتی ہے، پٹھے دکھتے ہیں۔ یہ سیزن ہوتا ہے

ان کا۔ اسی طرح نیکیوں اور روحانیت کا سیزن رمضان ہوتا ہے۔ اس میں اگر تُو رگڑا کھالے تو اللہ پاک جسمانی رگڑوں سے تمہیں محفوظ کرے گا۔ جسمانی مشقتیں دنیا کی اور ذلتیں پریشانیاں ان سے اللہ خلاصی دے گا۔ اگر تو اللہ کے لئے عبادت کی تکلیف برداشت کر اور اللہ کے دین کے لئے گھر بار چھوڑنے کی تکلیف برداشت کر اور اللہ کے دین کے لئے تو سختیاں اور مشکلوں سے گزر تو پھر دیکھ کہ اللہ کیسے تمہارے مسئلے حل فرماتا ہے۔ آخر میں تبلیغی امیران صاحبان کی خوشی کی خاطر ایک قصہ سنا دوں پھر یہ نہ کہیں کہ اس نے دعوت کی بات ہی نہیں کی۔ میرا ایک دوست ہے ڈاکٹر حدیدُ اللہ۔ اس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب سخت سردی میں افغانستان میں ہماری تشکیل تھی جن دنوں جنگ ہو رہی تھی روس کے ساتھ۔ ایک دن ہمارا پڑاؤ جہاں ہوا وہاں مجاہدین تھے۔ انھوں نے ایک شامیانہ دے دیا ہمیں۔ سخت سردی اور برف باری کے دن اور ٹھٹھر ٹھٹھر کر ہمارا برا حال ہو رہا تھا۔ ایک ساتھی نے کہا کہ کیا کریں اور رات کیسے گزاریں۔ دوسرے ساتھی نے کہا کہ مسئلہ یہ ہے کہ تم نے آتے ہی اپنی ضرورت کی فکر کی اس لئے صرف سر چھپانے کی جگہ ہوگئی۔ اگر تم نے آتے ہی اللہ کے دین کی فکر کی ہوتی اور اپنی ضرورت کی فکر نہ کی ہوتی تو ہوسکتا ہے اس کی برکت سے اللہ ہماری ضرورت کو پورا کرتا۔ انھوں نے پوچھا اب کیا کریں۔ کہا کہ ہمیں سب سے پہلے ان کو دعوت دینی چاہیئے۔ تشکیل ہوئی اور دو آدمی گئے۔ ان کے پاس بیٹھے اور تفصیلی دعوت ان کو دی۔ انھوں نے بات سنی پھر کہا۔ یا ہلکہ! دہ ملمانوں سہ بندوبست کڑے دے تاسو؟ (بھائی تم نے مہمانوں کا کیا بندوبست کیا ہے؟) جواب ملا: دی التہ سپر لاندے دی۔ (یہ وہاں چھپر کے نیچے ہیں) اس نے کہا کہ ان کو اندر لاؤ کمرے میں اور آگ جلاؤ۔ سب چیزوں کا بندوبست ہوگیا۔ ہم نے کہا ان تنصر اللہ ینصر کم تم مدد کرو گے اللہ کی اللہ مدد کرے گا تمہاری۔ اللہ کو کھانے پینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کی مدد اللہ کے دین کی مدد ہے۔ جب تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

یہ واقعہ بھی آپ کو سنا دوں کیونکہ جن لوگوں کے ساتھ ہم بیٹھے وہ وفات پا گئے اور ان کے ساتھ یہ باتیں بھی دفن ہوگئیں۔ ۱۹۵۳ء میں لاہور میں مارشل لاء لگا، اتنا سخت کہ اس میں کئی ہزار علماء وطلباءِ ختمِ نبوت کی تحریک میں شہید ہوئے ہیں اور گورنر جنرل اس وقت غلام محمد تھا، اس کے حکم سے ہوا

ہے۔اس پر میں نے مضمون لکھوایا ہے اور اس مہینے کے غزالی رسالے میں آیا ہے۔ بعد میں جب اس کی قبر کھولی گئی تو اس میں سانپ نکلا ہے اور وہ ایسا پھنکارتا تھا کہ اس کو کوئی مار نہیں سکتا تھا۔قبر پھر بند کر دی گئی۔اس کو پڑھ لو یا کسی نے پڑھا ہو تو اس سے سن لو۔اس سخت ماشل لاء میں بلال پارک میں تبلیغی مرکز میں اجتماع تھا تبلیغ والون کا۔اجتماع کا مشورہ جب بیٹھا تو ایک صاحب نے کہا کہ یہاں تو مارشل لاء ہے، اجتماع کیسے ہو گا۔ جب کہ چار آدمی اکٹھے کھڑے نہیں ہو سکتے۔اب کیا کریں گے۔ایک آدمی نے کہا کہ مارشل لاء والوں سے اجازت لے لو اجتماع کی۔دوسرے آدمی نے کہا کہ ان سے اجازت نہ لو بلکہ ماشل لاء والوں کو اجتماع کی دعوت دو جا کر۔جب اجتماع میں آ گئے تو اجازت بھی ہو گئی اور آدمی بھی آ گئے۔اگر نہ آئے اور ہم اجتماع تو کریں گے اور انھوں نے پوچھا کیوں کیا تو ہم کہیں گے کہ ہم تو آئے تھے آپ سے بات کرنے،آپ نے تو ہمیں نہیں روکا تھا کہ اجتماع نہ کرو۔اگر انھوں نے دعوت کے جواب میں کہا کہ اجتماع نہ کرو پھر دیکھی جائے گی۔

مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو جا کر دعوت دی تو اُس کا اِس بات کی طرف خیال ہی نہیں ہوا۔اس نے کہا کہ میں آؤں گا جی اجتماع میں۔یہ میجر جنرل حق نواز تھا جو اس وقت غالباً بریگیڈیئر تھا۔اس کے پھر چار مہینے لگے ہیں۔اس نے پھر خود بعد میں ہمیں یہ بات سنائی کہ جب میں بیان میں بیٹھ گیا تو دیکھا کہ ایک درمیانے قد کا آدمی ہے، بھاری بدن ہے، میلے سے کپڑے ہیں اور بیان کر رہا ہے۔میں نے سوچا مولوی صاحب ہے، کچھ لگا ہوا ہو گا، میں ادھر اُدھر دیکھ رہا ہوں اور اس کی بات کی طرف میری کوئی توجہ نہیں تھی۔یہاں تک کہ اس نے گرج کر کہا کہ اگر تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ ذوالجلال کا یقین پیدا ہو جائے تو دشمن کے ٹینک تمہیں پھدکتے ہوئے مینڈک نظر آئیں۔میں فوجی آدمی تھا۔جب ٹینک اور دشمن اور پھدکتے مینڈک میں نے سنا تو میرا دل لگ گیا اور میرا چہرہ اس کی طرف پھر گیا۔کہتے ہیں کہ بس پھر جو بیان سنا تو زندگی ہی بدل گئی۔پھر ایوب خان کے زمانے میں PADC کا چیئرمین رہے ہیں، ایگریکلچر ڈیویلپمنٹ کارپوریشن کوئی ہوتی تھی۔پہلی جماعت جس نے یورپ کا پیدل سفر کیا ہے اس کے امیر یہ تھے۔بیٹے کو انھوں نے عالم بنایا۔ظہور نام تھا، ہمارا ہم عمر تھا۔آپ کے میڈیکل کالج کا سیکنڈ ایئر کا طالب علم زاہد،ظہور کے مدرسے میں گیا

تھا۔ظہور بعد میں حادثے میں شہید ہو گیا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجھے دین کی وہ دولت نصیب فرمائی ہے کہ اگر تو دنیا کے پاس اس کی دعوت لے کر جائے تو وہ ان کو ہلا کر رکھ دے گی۔اور جہنم کی ہولنا کیاں ان کے سامنے آئیں تو سارے فسق وفجور اور گناہوں کے نقشے ٹوٹ جائیں گے اور اللہ پاک ان کو اسلام کی دولت نصیب فرمائے گا اور عمل کی توفیق نصیب فرمائے گا۔اور اس کا سارے کا سارا اجر وثواب تیری جھولی میں ہو گا۔اس کے لئے ہمت کریں۔

ہمارے پاس اعتکاف کے لئے جو ساتھی آنے والے ہوں وہ بھی ہمت کریں۔دس دن ہمارے ساتھ گزاریں۔زندگی بار بار آنے والی نہیں ہے۔کرک کے ہمارے ایک دوست تھے حاجی عجب گل،ان پڑھ آدمی تھے،وہ بیان کرتے تھے کہ 'بچیه درب واخه نه ای چه بیا بیا به ذرغون شی دنیا ته فقط یو زل راتلل دی' بیٹا درب گھاس نہیں ہو کہ ہر سال پیدا ہوتے رہو گے،دنیا میں تو فقط ایک دفعہ ہی آنا ہے۔بس پھر چلے جانا ہے۔جو کچھ کیا ہو اس کو ساتھ لے کر جانا ہے۔اس کے لئے فکر کریں۔اللہ پاک آپ کے ختم اور کوششوں کو قبول فرمائے۔تقویٰ کی زندگی کی نیت کریں اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(صفحہ نمبر ۲۴ سے آگے) فرمایا اولاد کا حق باپ پر یہ ہے کہ:

۱) اولاد حاصل کرنے کے لئے شریف عورت کو تجویز کرے

۲) اور جب اولاد پیدا ہو ان کا نام اچھا رکھے تا کہ اس کی برکت ہو

۳) اور جب ان کے ہوش درست ہو جائیں،ان کو تہذیب سکھائے اور دین کی تعلیم دے۔

لڑکے نے کہا اور جب میں پیدا ہوا تو میرا نام 'جعل' رکھا،جس کا معنیٰ ہے پاخانہ کا کیڑا اور مجھے دین کا ایک حرف نہیں سکھایا۔مجھے دینی تعلیم سے بالکل کورا رکھا۔یہ سن کر حضرت عمرؓ کو باپ پر بہت غصّہ آیا اور اس کو بہت دھمکایا اور یہ کہہ کر مقدمہ خارج کر دیا کہ جاؤ پہلے اپنے ظلم کی مکافات (عوض،بدلہ) کرو۔اس کے بعد لڑکے کے ظلم کی فریاد کرو۔ (اصلاحِ خواتین ص ۲۹۷-۲۹۶)

گھر کا سکون انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔لیکن شروع دن سے ہی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے ورنہ اپنے اعمال کا نتیجہ خود دیکھ لیتا ہے۔

گھر کا سکون: ایک آرزو ہے سب کی قسط۔۴

(ایسوسیئیٹ پروفیسر ڈاکٹر فہیم شاہ صاحب، ڈیپارٹمنٹ آف میڈیسن، کوہاٹ میڈیکل کالج)

اپنے آپ کو درست نہ کرنا، اپنا تزکیہ نہ کرنا اور دوسروں کو ٹھیک کرنے کی نیت سے چلنا گھر کی بے سکونی کی ایک بڑی وجہ ہے۔ایک گھر میں اگر دس افراد ہوں تو ہر فرد کی طبیعت اور مزاج جدا جدا ہوتا ہے۔جھگڑا تب وجود میں آتا ہے جب ایک فرد چاہتا ہے کہ باقی نو افراد میری طرح اور میرے مزاج کے مطابق ہو جائیں۔اپنے مزاج کے خلاف ذرا سی بات بھی برداشت نہیں ہوتی اور دوسروں سے توقعات وابستہ کر لیتے ہیں کہ ہماری طبیعت کے مطابق زندگی گزاریں۔شریعت نے گھر کے افراد کی قدریں بیان کی ہوئی ہیں۔اگر ہر شخص ان قدروں کو پہچان کر زندگی گزارے تو نوک جھونک اور دل لگی کے علاوہ کبھی جھگڑا نہ ہو اور نہ کبھی دل میں کینہ اور بغض کی جڑیں پیدا ہوں۔ غصہ ہمیشہ اپنے سے کم حیثیت پر آتا ہے۔باپ کا اپنی اولاد پر، شوہر کا بیوی پر، بڑے بھائی کا چھوٹی بہنوں اور بھائیوں پر، ساس کا بہو پر۔وجہ کوئی بھی ہو لیکن تھوڑی سی کسی کی غلطی نفس کے بھڑکنے کا سبب بن جاتی ہے اور غصہ حد سے تجاوز کر کے دوسرے کی دل شکنی کا سبب بن جاتا ہے۔یہ بڑی واضح نشانی ہے اپنے نفس کی خرابی کی۔لوگ کہتے ہیں ہم تربیت کے لئے غصہ کرتے ہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو تربیت والے غصہ میں شفقت کا پہلو ہوتا ہے لہٰذا اس میں اور ڈانٹ ڈپٹ میں بڑا فرق ہوتا ہے۔اگر اصلاح کیلئے شفقت سے بھری ڈانٹ اپنی اولاد یا بھائی یا بیوی کو پلائی جائے تو وقتی خفگی ضرور ہوگی لیکن کینہ، بغض اور بدگمانی ردعمل میں پیدا نہ ہوگی اور اگر نفس کے کبر پنے کی وجہ سے غصہ ہوگا تو ضرور ردعمل میں باطنی بیماریاں کینہ، بغض پیدا ہو کر گھر کی فضا کو بے سکون کر دیں گی۔

میرے پاس اک آدمی اپنی بیوی کو لے کر کلینک آیا۔میں نے اس کی بیوی سے مرض کی شکایت سنی۔ بیوی کے بولنے سے پہلے شوہر صاحب بول پڑے اور کہا کہ اس کو میعادی بخار (Typhoid) ہے۔یہ اس کے ٹیسٹ ہیں۔بات کی تلخی اور انداز میں روکھے پن سے ایسا لگ رہا

تھا جیسے بیگار پہ آیا ہوا ہو۔ کوئی کام نہ چاہتے ہوئے جب کیا جاتا ہے تو چہرے پر ناگواری کے اثرات کے علاوہ زبان اور مزاج بھی اسی طرز کا ہو جاتا ہے۔ اکثر عورتیں جب مریضہ بن کر آتی ہیں تو ان کے ساتھ محرم رشتہ دار بہت کم ہوتے ہیں اور خال خال عورتیں اپنے شوہر کے ساتھ آتی ہیں ورنہ شوہر صاحبان اپنی مصروفیت کا بہانہ بنا کر ساتھ نہیں آتے۔

جس وقت بندہ کو تکلیف ہو اس وقت کی خدمت میں جو اثر ہوتا ہے وہ بغیر تکلیف والی حالت میں خدمت سے نہیں ہوتا۔ یہ بات شوہر صاحبان کے دماغ میں نہیں آتی۔ وہ اپنی گھر والی کو بیٹے کے ساتھ یا کسی محرم رشتہ دار یا اڑوس پڑوس کی عورت کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ اگر کوئی بڑا عذر نہ ہو تو خود اپنی بیوی کے ساتھ خدمت کے جذبہ سے جانا آپس کے تعلق کو مضبوط کرتا ہے۔ ورنہ بیوی صاحبہ کے دل میں بدگمانی کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ اکثر عورتوں سے جب میں پوچھتا ہوں کہ شوہر صاحب آپ کے ساتھ کیوں نہیں آئے تو جواب میں دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے گھر کے راز کو ظاہر کر دیتی ہیں کہ میرے میاں صاحب کو میری کوئی پرواہ ہی نہیں ہے۔ خود ادھر اُدھر پھرتے رہتے ہیں لیکن ہماری صحت کی ذرا فکر نہیں کرتے۔

بہرحال بات اس مریضہ کے ساتھ آئے ہوئے آدمی کے مزاج کے متعلق ہو رہی تھی اور اپنی بیوی کے متعلق دل میں ذرا تکلیف کا احساس نہ ہونے کی وجہ سے چہرہ اور زبان میں تلخی صاف ظاہر تھی۔ میں نے مریضہ سے کچھ مزید پوچھنے کی کوشش کی جس پر اس نے ڈرتے ڈرتے اپنی بیماری کے متعلق چند جملے کہے جس کے نتیجے میں میں نے اس کا معائنہ کر کے دوائی ذہنی مرض کی لکھ دی اور ایک مہینے کے بعد آنے کا کہا۔ اس کو رخصت کرتے وقت دل میں اپنے آپ سے کہا کہ مریضہ اتنی بیمار نہیں ہے جتنا اس کا شوہر بیمار ہے۔ ایک مہینے کے بعد دوبارہ آئی۔ اس دفعہ اس کا شوہر اس کے ساتھ نہیں تھا ایک عورت اس کے ساتھ تھی۔ میں نے حال احوال پوچھا تو پہلے کی نسبت کچھ افاقہ ہو گیا تھا۔ میں نے معائنہ کے بعد کہا کہ اپنے گھر میں صبر کے ساتھ رہیں۔ صبر میں اللہ نے بڑا اجر رکھا ہے۔ آپ کی بیماری کی زیادہ وجہ آپ کے شوہر ہیں جو آپ کو ذہنی تکلیف پہنچاتے ہیں تو جواب میں اس نے کہا: ''ڈاکٹر صاحب! میرا شوہر بڑا ظالم ہے، گھر میں مجھے مارتا ہے، گالیاں دیتا ہے، چھوٹی

چھوٹی غلطی اس سے برداشت نہیں ہوتی، کبھی وقت پہ کھانا یا چائے نہ ملے تو خواہ مخواہ بے عزت کر دیتا ہے۔ گھر میں سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتا، بچوں پر بھی بے جا غصہ کرتا ہے۔ مجھے باقی رشتہ داروں کے سامنے بھی بے عزت کر دیتا ہے۔ کبھی خوشی کے دن میں نے اس گھر میں نہیں دیکھے۔ اپنے بچوں کی خاطر میں اس گھر میں رہ رہی ہوں ورنہ میں کب کی جا چکی ہوتی۔ میری بھی کوئی زندگی ہے، ہر وقت کا رونا ہی ہے۔ شوہر کے باہر رہنے پر میں خوشی محسوس کرتی ہوں۔ جب گھر میں آ جاتے ہیں تو ایک خوف سا محسوس ہوتا رہتا ہے۔'' میں نے جواب میں مزید ہمت کے ساتھ اور شوہر کے ساتھ خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ وقت گزارنے کا کہہ کر کہا کہ اگر کبھی آپ کے شوہر کو بخار یا زکام ہو تو میرے پاس لے آئیں تاکہ میں انھیں اس غصّہ والی طبیعت کی دوا لکھ دوں۔ انشاء اللہ آپ کے شوہر صاحب نسبتاً ٹھیک ہو جائیں گے۔ وہ بیچارے خود ذہنی بیمار ہیں لیکن کبھی اپنی بیماری کی طرف سوچا نہیں ہے۔ اس نے حامی بھری کہ انشاء اللہ اسے لے کر آؤں گی۔ اس ہمت افزائی کے بعد میں نے اسے رخصت کر دیا۔ انسان کی ذہنی بیماری قلب کے اخلاقِ رزیلہ کی موجودگی میں مزید تیز ہو جاتی ہے۔ سارے گھر کو تختہ مشق بنایا ہوتا ہے۔ کبھی یہ پرواہ نہیں ہوتی کہ میرے رویہ سے باقی گھر کے افراد کی زندگی اجیرن بنی ہوئی ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: 'تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا ہو اور فرمایا کہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب کے مقابلہ میں سب سے زیادہ بہتر سلوک کرتا ہوں۔'

حکیم بن معاویہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری بیوی کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہے کہ جب تم کھانا کھاؤ اس کو بھی کھلاؤ اور جب تم کپڑا پہنو اس کو بھی پہناؤ اور اس کے منہ پر مت مارو یعنی قصور پر بھی منہ پر مت مارو اور بے قصور مارنا تو سب جگہ برا ہے اور نہ اس کو ستاؤ نہ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دو مگر گھر کے اندر اندر رہ کر یعنی روٹھ کر گھر سے مت جاؤ۔ (ابوداؤد)

قیامت کے دن سب سے پہلا معاشرتی حساب کتاب بیوی کے متعلق ہوگا کہ بیوی کے

ساتھ کیسا سلوک کیا تھا۔ اللہ ہمیں معاف فرمائے ہم اپنی گھر والیوں سے سلوک کسی زر خرید لونڈی کی طرح کرتے ہیں۔ اتنی توقعات وابستہ کی ہوتی ہیں جتنی اس کے بس میں نہیں ہوتیں۔ ذرا ذرا سی بات پر دل میں خفگی محسوس کرتے ہیں۔

ایک عورت میرے پاس اپنے چھوٹے بیٹے کے ساتھ آئی اور چھاتی میں درد کی شکایت کرنے لگی۔ میں نے علامات کی جانچ کی تو دل کی یا اندرونی چھاتی کی بیماری کی کوئی علامت بظاہر موجود نہیں تھی۔ عمر ۴۰ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ میں نے پوچھا ہاتھوں کی حرکت سے تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے تو جواباً کہا کہ ہوتا ہے اور جسم کو جگہ پر حرکت دینے سے یعنی جھکنے سے بھی درد ہوتا ہے۔ میں نے چوٹ کا پوچھا کہ کہیں گرنا ہوا ہو یا کوئی چیز لگی ہو تو جواب میں وہ خاموش ہوگئی۔ میں نے گھر میں جھگڑے کا پوچھا کیونکہ اکثر عورتیں ایک دوسرے کے ساتھ کبھی کبھار زبانی لڑائی کے ساتھ دست وگریبان بھی ہو جاتی ہیں۔ جس سے کبھی چوٹیں بھی آ جاتی ہیں۔ میرے مزید کریدنے پر اس نے اپنے شوہر کی شکایت کی کہ گزشتہ روز مجھے اس نے مارا ہے جس سے سر اور جسم کے مختلف حصوں میں چوٹیں آئیں ہیں۔ وہ سب قابل برداشت ہیں لیکن سینے پر مارنے کی وجہ سے شاید میری ہڈی توڑ دی ہو۔ میں نے کہا معمولی درد ہے ہڈی وغیرہ نہیں ٹوٹی پریشان نہ ہوں۔ اسے تسلی دی اور جواب میں زبان کو قابو میں کرنے اور زبان کو شوہر کے سامنے تیز چلانے سے منع کیا خصوصاً جب وہ باہر سے تھکا ہارا آیا ہوتا ہے کیونکہ اس وقت اس کا ذہن دنیاوی تفکرات سے انتشار کا شکار ہوتا ہے۔ جھگڑا بھی عموماً شیطان اسی وقت کرواتا ہے جب طرفین (میاں بیوی) میں سے کوئی ایک دماغی یا جسمانی تھکاوٹ کا شکار ہوتا ہے۔ میری نصیحت کو اس عورت نے غور سے سنا پھر جواباً کہنے لگی ڈاکٹر صاحب ایسی تو کوئی بات نہیں۔ میں اس کے سامنے زبان درازی نہیں کرتی اس کا ہر طرح خیال کرتی ہوں لیکن پھر بھی وہ مجھے مارتے ہیں، بات بات پر غصّہ کرتے ہیں، کبھی سیدھے منہ بات نہیں کرتے۔ میری قسمت ہی ایسی ہے۔ بہرحال میں نے کچھ تسلی کے الفاظ کہہ کر دوائی دے کر رخصت کر دیا۔

ایک عورت میرے پاس اپنی بیٹی کو لے کر آئی جس کی عمر ۹ سال کے قریب تھی۔ شکایت اس کی یہ تھی: ''نیند سے رات کو اکثر اٹھ جاتی ہے، کھانا ٹھیک طرح سے نہیں کھاتی اور سبق میں اس کا

دل نہیں لگتا حالانکہ اچھے سکول میں اسے داخل کیا ہوا ہے۔ مجھے اس کے بارے میں کافی پریشانی ہے۔ باقی بچے اس سے چھوٹے ہیں۔'' میں نے بچی کا معائنہ کیا۔ جسمانی لحاظ سے صحت مند تھی۔ اندرونی بیماری کی کوئی علامت نہیں تھی۔ خدوخال سے کافی سمجھدار لگتی تھی لیکن ایک انجانا سا خوف اس کی آنکھوں میں جھلکتا تھا۔ میں نے مزید معلومات اس کی ماں سے لیں اور خوف کی وجہ جاننے کی کوشش کی کیونکہ عموماً بچے کے دل میں خوف یا اساتذہ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے یا گھریلو ماحول میں تناؤ کی وجہ سے، ماں باپ کے جھگڑے جو بچوں کے سامنے ہوتے ہیں اس سے بچے کی شخصیت پر برا اثر پڑتا ہے اس لئے ہنستا مسکراتا بچہ غمزدہ رہنا شروع کر دیتا ہے۔ مجھے ایک ذاتی تجربہ اپنے بچے پر ہوا۔ چھٹیوں کے دنوں میں اپنے بچے کو لے کر ایک مدرسہ گیا تاکہ عصر سے پہلے کا وقت اس کو تجوید کا درس ملے تو تلفظ ٹھیک ہو جائے۔ اس مدرسہ کے ساتھ میرا کلینک تھا۔ میں نے ایک استاد صاحب سے عرض کی اپنے مدرسہ کے بچوں کے ساتھ میرے بچے کو بھی شامل کر لیں تاکہ اس میں قرآن سیکھنے کا شوق پیدا ہو۔ الغرض اپنے بیٹے کو میں کلینک کے وقت لے جاتا۔ کچھ دن کے بعد اپنے بیٹے میں روکھا پن، خوراک کی طرف توجہ نہ دینا، مدرسہ جاتے وقت پس و پیش کرنا اور خوف سا محسوس کرنا جیسی تبدیلی محسوس کی۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے، پہلے مدرسہ شوق کے ساتھ جاتے تھے اب دل اچاٹ سا ہو گیا ہے تو جواباً کہا کہ وہاں استاد صاحب باقی لڑکوں کو بہت سخت مارتے ہیں اور مارنا شروع کرتے ہیں تو ختم ہی نہیں کرتے۔ بچے بڑے روتے ہیں۔ کہیں وہ مجھے بھی نہ مارے۔ میں نے بڑا سمجھایا کہ انشاء اللہ تم قابل ہو وہ تمہیں نہیں مارے گا۔ وہ تو اُن بچوں کو مارتے ہیں جو پڑھتے نہیں ہیں۔ میں نے بڑی تسلی دی لیکن اس کے دل میں خوف نے ایسے پنجے گاڑھے تھے کہ دوبارہ اس مدرسہ میں وہ نہ جا سکا۔ بعض سکولوں اور مدارس میں اساتذہ بچوں کو سزائیں شریعت کے خلاف دے دیتے ہیں جن سے بچے کی شخصیت میں فرق آ جاتا ہے۔ ان حضرات کی یا تنخواہ کم ہوتی ہے یا گھریلو پریشانی یا حالات کی نزاکت ان میں چڑچڑے پن کی وجہ بنی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے وہ پڑھاتے ہوئے بچوں کی غلطی پر اپنے غصّہ کو شامل کر کے مارتے ہیں اور گھریلو تناؤ کی کیفیت کو ان بچوں پر نکالنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے بچوں کے چہرے پر نشان پڑ جاتے ہیں، بعض اوقات

چہرے پر مارنے سے کانوں کے پردوں میں سوراخ ہو جاتا ہے۔

حضرت تھانویؒ بچوں کو سزا دینے کے ذیل میں فرماتے ہیں:

تعزیر وہ سزا ہے جو تادیب (تنبیہہ کرنے کے لئے) دی جائے اور اس کے مختلف طریقے ہیں۔

۱) ملامت ۲) ڈانٹنا ۳) کان کھینچنا ۴) سخت الفاظ کہنا

۵) قید کرنا ۶) ہاتھ یا پتلی شاخ وغیرہ سے شریعت کی بتائی ہوئی جگہ پر مارنا جیسے پنڈلی پر، پشت پر لیکن مار ہلکی ہو۔

بچوں کی بہترین سزا یہ ہے کہ ان کی چھٹی بند کر دی جائے۔ اس کا ان پر کافی اثر ہوتا ہے۔ میں نے بچوں کے لئے دو سزائیں مقرر کر رکھیں ہیں۔ ایک کان پکڑوانا جس کو مراد آباد والے بطخ یا مرغا بنوانا کہتے ہیں۔ دوسرے اٹھنا بیٹھنا اس میں دونوں اصلاحیں ہوتی ہیں۔ جسمانی بھی کیونکہ اس میں ورزش ہوتی ہے اور نفسانی یعنی اخلاقی بھی کیوں کہ اس سے تنبیہہ ہو جاتی ہے۔ مجھے بچوں کے پیٹنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے، بوقت ضرورت اگر کبھی میں مارتا ہوں تو رسی سے مارتا ہوں اس میں ہڈی ٹوٹنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ (اصلاحِ خواتین ص ۳۰۷-۳۰۶)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: سخت مار سے فقہاء نے صراحتاً منع فرمایا ہے اور جس مار سے کھال پر نشان پڑ جائے اس کو بھی فقہاء نے ضربِ فاحش میں داخل کیا ہے اور جس مار سے ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے وہ بدرجہ اولیٰ منع ہے۔ لیکن ضربِ فاحش سے خود استاد، باپ کو تعزیر (یعنی سزا) دی جائے گی۔ (اصلاحِ خواتین ص ۳۱۰-۳۰۹)

بہر حال بچے کی نفسیات بہت نازک ہوتی ہیں۔ ماں باپ بچے کی شخصیت کو ایک ہنستا مسکراتا انسان بھی بنا سکتے ہیں اور ایک چڑ چڑے پن والا خاموش انسان بھی۔ اس لڑکی کی ماں نے جو معلومات دیں وہ یہ تھیں۔

''یہ ایک سمجھدار لڑکی ہے، گھریلو کام میں میرا ہاتھ بٹاتی ہے۔ ہر بات کی طرف اس کا دھیان ہوتا ہے۔ اکثر مجھ سے پوچھتی ہے کہ ہمارے ابو اتنے سخت کیوں ہے، ہمیں مارنے کی دھمکیاں کیوں دیتے ہیں۔ رات کو نیند سے بیدار ہو کر کچن کی طرف جا کے چھریوں کو ایک جگہ سنبھال

کر رکھ دیتی ہے۔ میں پوچھتی ہوں کہ یہ کیوں کرتی ہو تو جواب میں کہتی ہے کہ کہیں ابو ہمیں مار نہ دیں۔ کچھ عرصہ سے اس کی یہ حالت ہوگئی ہے۔''

میں نے پوچھا: ''آپ کے میاں صاحب کیا کام کرتے ہیں اور کیا ان کے ساتھ آپ کا تعلق ٹھیک نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ آپ کو بچوں کے سامنے ذہنی اذیت میں مبتلا کرتے رہتے ہیں؟ کہیں دھمکیاں بچوں کے سامنے تو نہیں دیتے جس کی وجہ سے اس بچی کے ذہن میں خوف بیٹھا ہوا ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''ہماری شادی اپنی پسند کی ہوئی۔ شروع میں میرے دیور جو شادی شدہ تھے اپنے بچوں کے ساتھ اسی گھر میں اکھٹے رہتے تھے۔ خاوند نے میرے ساتھ شروع کا وقت خوش اسلوبی کے ساتھ گزارا۔ مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا اس کے رویے میں تبدیلی آنا شروع ہو گئی۔ بات بات پر جھگڑا کرتا۔ پراپرٹی کے کام کی مصروفیت شاید زیادہ تھی یا مصروفیات کا بہانہ بنا کہ گھر سے باہر زیادہ وقت گزارنے لگا۔ اپنے موبائل پر کسی سے باتیں جب حد سے بڑھ گئیں تو میں نے ٹوکا کہ باتوں کے لئے ہمارے لئے بھی وقت نکالا کرو۔ یہ کیا کہ باہر کی دنیا کے ساتھ تو رابطہ بڑھ گیا اور گھر کے افراد اور بچے محروم ہوتے جارہے ہیں۔ تو جواب غصّے سے دیتا کہ تجھے کیا ہے یہ پراپرٹی کی دھندے ہیں۔ بہرحال مجھے اس کے اندر سے شک ہوگیا کہ یہ کسی لڑکی سے بات کرتا ہے۔ میں نے کریدنے کی کوشش کی تو جواب میں مار کھائی۔ میں نے اس کے حال پر اسے چھوڑ کر بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دی۔ کیونکہ ہماری لڑائی کی وجہ سے سارا گھر تناؤ کا شکار ہو رہا تھا۔ بچے سہمے سہمے رہنے لگے۔ پڑھائی میں بھی کمزور ہوگئے حتیٰ کہ اپنے بیٹے کو مجھے ایک سال پیچھے کرنا پڑا۔ وقت کے ساتھ مجھ میں صبر آتا گیا۔ میرے جواب نہ دینے اور خاموش رہنے کی وجہ سے میرے ساتھ لڑائی تو کم ہوگئی لیکن اس کی موبائل پر باتیں رات گئے تک زیادہ ہوگئیں جو میرے لئے اندرونی کڑھن کا باعث بننے لگیں۔ پھر اس نے دوسری شادی کا تذکرہ شروع کر دیا۔ میں خاموش رہی تو اس نے مجھے مزید تنگ کرنے کے لئے طلاق کی دھمکی دینا شروع کی۔ جب میں نے ردِعمل ظاہر کیا تو جان سے مارنے کی دھمکی دی کہ رات کو بچوں سمیت تمہیں چھری سے ذبح کر دوں گا۔ یہ دھمکی بچے

سن رہے تھے۔اس وقت سے اس بچی نے رات کو اٹھنا شروع کیا ہے اور کچن میں جا کر چھریاں چھپا دیتی ہے کہ کہیں ابو ہمیں ذبح ہی نہ کر دے، کھانا پینا بھی کم ہوگیا ہے۔میری تو خود زندگی اجیرن ہے نہ بھوک ہے نہ پیاس۔خاوند کے پاس پراپرٹی کے کاروبار کا پیسہ کافی ہے لیکن وہ سارا فضول کاموں میں لگتا ہے۔'' اس بچی کی ساری بیماری گھر میں تناؤ کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔چنانچہ میں نے چھوٹی بچی کو اچھی طرح سمجھایا اور دونوں ماں بیٹی کو اللہ سے دعا مانگنے اور گھر کے ماحول میں دینی فضاء قائم کرنے کا مشورہ دے کر دوائی کے ساتھ رخصت کر دیا۔

پسند کی شادی اور نکاح سے پہلے کی بات چیت کا نتیجہ اسی طرح نکلتا ہے کیونکہ جو باتیں ٹیلی فون پر شادی سے پہلے کی جاتی ہیں اس طرح کی باتوں کی توقع شادی کے بعد بھی خاوند بیوی کرتے ہیں۔ان ڈائیلاگ میں کمی آجائے تو دوسرے رخ پر چل پڑتے ہیں۔انسان کی بے غیرتی کے لئے یہ کافی ہے کہ گھر میں بھی موبائل کا استعمال بچوں کے سامنے غلط انداز میں کرتے وقت ذرا نہ شرمائے۔نتیجتاً یہی بچے پھر بودی شخصیت کے ساتھ بڑے ہوتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ انسان اپنے ابنائے نوع (یعنی اپنے جیسے لوگوں) سے سبق لیتا ہے۔جو حالت دوسرے کی دیکھتا ہے وہی خود اختیار کرتا ہے۔لوگ سمجھتے ہیں کہ بچہ اپنی عمر کو پہنچ کر (یعنی بڑا ہو کر) خود ہی سنبھل جائے گا۔یہ غلط ہے بلکہ جب بولنے پر بھی قادر نہیں ہوتا اسی وقت سے اس کے دماغ میں دوسروں کی تمام حرکتیں ہوتی ہیں اور وہ ان سے متاثر ہوتا ہے۔

(اصلاحِ خواتین ص۲۹۹-۲۹۸)

ماں باپ اور خصوصاً باپ اپنی اولاد کی تربیت سے غفلت برتتے ہیں۔بعد میں گھر کے سکون کو برباد کرنے کا ذریعہ یہی اولاد بنتی ہے اور آخری وقت اذیت کا سبب بھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دربار میں ایک باپ نے اپنے بیٹے پر دعویٰ کیا کہ یہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا۔حضرت عمرؓ نے لڑکے سے دریافت کیا تو اس نے کہا: ''اے امیر المومنین! کیا باپ ہی کا سارا حق اولاد پر ہے یا اولاد کا بھی باپ پر کچھ حق ہے۔'' حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اولاد کا بھی باپ کے ذمہ حق ہے۔کہا میں ان حقوق کو سننا چاہتا ہوں۔ (باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر)

ملفوظاتِ شیخ ۔ ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ (قسط۔۵۹)

(ظھور الٰہی فاروقی صاحب)

باطنی فیض:

فرمایا کہ ایک دفعہ ہمارے علاقے میں ایک تقریر ہورہی تھی۔ ہم نے سنا تھا کہ مقرر بڑی زبردست تقریر کرتے ہیں، بڑا مزہ آتا ہے۔ہم بھی چلے گے سننے کے لئے۔تقریر سنی واقعی بڑا جوش وخروش اور بڑالطف ومزہ آیا۔واپس آئے تو ویسے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ یہ جوش وخروش لطف ومزہ اور چیز ہوتی ہے اورنورانیت اور چیز ہوتی ہے بہر حال ہمیں کیا اندازہ۔ ہمارے گاؤں میں ایک نقشبندیہ خانقاہ ہے،اس کے بڑے کاملین لوگ ہیں، ہم ان بزرگوں سے ملنے کے لئے گئے۔اورلوگ بھی گئے۔لوگوں نے تقریر کی کارگزاری سنائی تو بزرگوں نے فرمایا: ماشاءاللہ جوش وخروش بہت ہوتا ہے۔انھوں نے اپنے آخرت کے لحاظ سے انتہائی محتاط رویے کی وجہ سے زیادہ تبصرہ نہیں کیا۔ بندہ کوتسلی ہوئی کہ واقعی انوار اور فیض کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہاں سے اُٹھنے کے بعد آدمی کی نیکی کی توفیق میں اضافہ ہوا ہو خواہ مزہ آیا ہو یا نہ آیا ہو، جوش وخروش طاری ہوا ہو یا نہ ہوا ہولیکن نیکی کی توفیق میں اضافہ ہوا تو سمجھیں کہ فائدہ ہو گیا ہے اوراگر نیکی کی توفیق میں اضافہ نہیں ہوا تو سمجھیں نرِا جوش وخروش تھا، یا کہنے والے میں کمی ہے یا سننے والے میں یا دونوں طرف سے ایک ہی حال ہے۔ فائدہ کیا ہوا؟ کسی سلسلے کے حق ناحق ہونے کے بارے میں آدمی اگر آگاہی حاصل کرنا چاہے تو یہ دیکھے کہ اس میں جانے آنے والوں کی آخرت کی فکر اور آخرت کے اعمال کی فکر اور آخرت کے اعمال کی توفیق میں اضافہ ہورہا ہے کہ نہیں۔ اگر نہیں ہورہا ہے تو نری تحریک ہی ہے فائدہ اور فیض نہیں ہے۔

دنیا کے حالات آزمائش ھیں:

فرمایا کہ یہ دنیا کے حالات آزمائش ہیں اس لئے یہاں کوئی جل گیا، کوئی مر گیا، کسی کو قتل کر دیا گیا، یہ تو اس کا ظاہری پہلو ہے۔اصحاب الاُخدود کو جس وقت بادشاہ اسلام قبول کرنے پر آگ کی

خندقوں میں ڈال رہا تھا تو اس میں ایک عورت کا دودھ پیتا بچہ اس سے لیا جو باتیں نہیں کر سکتا تھا اور اس کو آگ میں گرایا۔ اس عورت کو سخت تکلیف ہوئی، کوفت ہوئی اور چیخی اور چلائی۔ اس بچے نے اندر سے آواز دی کہ امی جان، امی جان! پریشان نہ ہوں، باہر سے تو آگ ہے مگر اندر جنت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت کے حالات کھولے ہوئے تھے۔ یہ پیچھے آبادی ہے جمعہ خان کلے وغیرہ اس کے کچھ حضرات سلسلے میں آیا جایا کرتے تھے۔ ان کی ایک عورت جل کر مرگئی تو انھوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب جب اس کو آگ لگی تو وہ اپنے جو مرے ہوئے رشتہ دار تھے ان کو آواز دے رہی تھی۔ میں نے کہا اس پر موت طاری ہونے والی تھی، عالم برزخ اللہ نے کھول دیا تو اسے اپنے رشتہ دار نظر آنے لگے۔ بعض اوقات رشتہ داروں کو برزخ میں اطلاع دی جاتی ہے اور وہ تیاری کر رہے ہوتے ہیں آنے والے کا استقبال کرنے کے لئے۔ میں نے اسے کہا کہ اس کو بوجہ موت کی حالت طاری ہونے کے برزخ کا کشف شروع ہو گیا تھا۔

انسان جو بھی عمل کرتا ھے اس کے اثرات آخرت میں جنت و دوزخ کی صورت میں مرتب ھوتے ھیں:

فرمایا کہ انسان جو بھی عمل کرتا ہے اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اثرات آخرت میں جنت و دوزخ کی صورت میں مرتب ہوتے ہیں۔ نیک اعمال کے اثرات جنت میں جمع ہوتے جاتے ہیں۔ فضائلِ اعمال میں حضرت شیخؒ نے حدیث لکھی ہوئی ہے کہ جنت ایک چٹیل میدان ہے، اس کے پودے سُبحان اللّٰہ، الحمداللّٰہ، لاالہ الا اللّٰہ، و اللّٰہ اکبر ہیں۔ جو کوئی جتنا ان کلمات کو پڑھے گا اتنے ہی اس کے درخت زیادہ ہوں گے گویا یہ ایک مثال بیان کر دی گئی۔ یہاں کا ذکر وہاں کے درخت، یہاں کا اخلاص وہاں کی نعمتیں، جو جو نیک اعمال یہاں پر ہو رہے ہیں ان کے اثرات جنت پر جا کر مرتب ہوتے ہیں۔ پہلا اثر اعمال کا عالمِ آخرت پر آرہا ہے۔ ایسے ہی خراب اعمال کے اثرات جہنم کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جو آدمی شرعی سزا کے ملنے کے راستے میں رکاوٹ بنے گا اور سفارش کرے گا اس کو ردغة الخبال میں رکھا جائے گا۔ ردغة الخبال کیا ہے؟ ردغة الخبال وہ جگہ ہے جہاں پر جہنمیوں کا خون اور پیپ جمع ہوگا اور اس جگہ وہ لوگ قید ہوں گے جو کسی جرم کی شرعی سزا مل رہی ہو اور اس کے روکنے

میں سفارش کررہے ہوں۔ بعض اعمال کا کہا کہ ان اعمال کے بدلے میں ان کو جب الحزن میں رکھا جائے گا۔ جب الحزن جہنم کی وہ جگہ ہے جہاں کا ایک ایک بچھو خچر کے برابر ہے۔ تو یہ آخرت میں اعمال کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

عملی شرک اور اعتقادی شرک:

فرمایا کہ شہر کے موٹر بارگین والوں نے کاروبار چلایا ہوا ہے کہ آدمی پر گاڑی بیچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے آپ پر یہ گاڑی بیچ دی ہے۔ آپ مجھے دس ہزار روپے ابھی دے دیں اور پھر مجھے ماہوار قسط دیتے رہیں۔ اس طرح دو لاکھ کی گاڑی چار لاکھ کی بیچ دیتے ہیں۔ پھر دوسرے دن وہ آدمی آتا ہے کہ میں یہ گاڑی نقد پیسوں پر بیچنا چاہتا ہوں۔ بارگین والے دو لاکھ کی خرید لیتے ہیں، اس طرح دو لاکھ جو سود ہوا، اس کو اِس حیلے میں چھپا دیا۔ ہم نے نعوذ باللہ دکان کو، کاروبار کو، زمینداری کو، کھیت کو، زمین کو خدا مانا ہوا ہے کہ میری روزی رسان یہ چیزیں ہیں۔ لہٰذا دھوکا، جھوٹ، فریب نہیں کروں گا تو کھاؤں گا کہاں سے؟ اس کو علماء عملی شرک کہتے ہیں۔ ایک اعتقادی شرک ہے کہ آدمی کھڑا ہو کر اعلان کردے کہ میں لات ومنات کو خدا مانتا ہوں یا حسن ابدال میں سکھوں کے پنجہ صاحب کو خدا مانتا ہوں، اس کو اعتقادی شرک کہتے ہیں۔ عملی شرک یہ ہے کہ آدمی معبود مان کر اس کو سجدہ تو نہیں کررہا مگر اس کا عمل اس سے متاثر ہورہا ہے۔ فرض کریں سونے کا بت بنا کر یہاں کھڑا کردیا جائے اور میں آپ سے کہوں کہ اس کو سجدہ کریں، اس کی عبادت کریں کیونکہ اس سے کام بنتے ہیں تو سارے کہیں گے کہ یہ تو شرک اور کفر کی دعوت دے رہا ہے۔ اس کو پکڑو، مارو اور قتل کردو کیونکہ یہ کہتا ہے کہ بت سے کام بنتے ہیں۔ اور بت کو توڑ کر سونے کی اشرفیاں بنادوں اور کہوں کہ اس سے کام بنتا ہے تو سارے کہیں گے کہ ہاں یہ ٹھیک کہتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کو توڑ کر مفاد کو لینا ہی دراصل مفاد کو خدا ماننا ہے، اسی کو تو عملی شرک کہتے ہیں۔ جیسا کہ آیت میں فرمایا ہے اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰاهُ یعنی کیا تو نے اس آدمی کا حال دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنالیا ہے۔

عذابِ ادنیٰ اور عذابِ اکبر:

فرمایا کہ جن لوگوں نے جہنم سے گزرنا ہو اور اُن کی معافی وہاں پر لکھی گئی ہو یعنی ان کی معافی

وہاں پر ہوگی تو یہ آدمی دُنیا میں خراب اعمال کرے تو یہاں اس کی پکڑ نہیں ہوتی، اس کے لئے پکڑ وہاں پر ہے۔ ہمارے ایک ساتھی تھے، یہ کافی عرصہ پہلے کی بات ہے، آئے اور کہا کہ بھائی کا دو کروڑ روپے کا کاروبار تھا ڈوب گیا، دیوالیہ ہوگیا اوران کو پشاور چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ میں نے پوچھا کہ ان کے کاروبار کی بنیاد میں کوئی حرام چیز تو نہیں تھی؟ اس نے بتایا کہ ہاں جی سودی حساب کتاب تھا۔ تو اس ساتھی سے میں نے کہا کہ چونکہ آپ کا خاندان دیندار ہے، بڑوں نے آپ کو حلال کمائی پر پالا ہے اور آپ کے حالات سے یہ نظر آرہا ہے کہ آپ لوگوں کا جہنم سے گزرنا نہیں ہے۔ اس لئے آپ کی پکڑ یہاں پر ہورہی ہے کہ کاروبار فیل ہورہا ہے، دھکے کھا رہے ہیں، پریشان ہورہے ہیں۔ یہاں کی پریشانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آخرت کی پریشانی سے چھڑا دے گا۔ جن کی یہاں پکڑ ہو جاتی ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے کہ دُنیا کے عذاب کو عذابِ ادنیٰ کہا گیا ہے اور آخرت کے عذاب کو عذابِ اکبر۔

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ○ (السجدة: ۲۱)

ترجمہ: اور ہم ان کو قریب کا (یعنی دُنیا میں آنے والا) عذاب بھی اس بڑے عذاب (جس کی آخرت میں وعید ہے) سے پہلے چکھا دیں گے تاکہ یہ لوگ (متاثر ہوکر کفر سے) باز آئیں۔

(معارف القرآن)

ان کو ہم چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے بڑے عذاب سے پہلے۔ تو بعضوں کو جہنم سے گزرنا ہی نہیں ہوتا ہے لہٰذا دنیا میں پکڑ دھکڑ ہو جاتی ہے۔ دنیا میں مصیبتیں، پریشانیاں اور مشکلات جھیل کر آخرت کے لحاظ سے فارغ ہو جاتے ہیں اور جن کی پکڑ آخرت میں ہو وہ دنیا میں مزے کررہے ہوتے ہیں۔ کفار بھی سارے خراب اعمال کے ساتھ دنیا میں مزے کررہے ہیں اور ایسے ہی وہ فاسق مسلمان جنہیں جہنم سے گزرنا ہے ان کی دنیا میں پکڑ کم ہوگی، ان کی پکڑ آخرت میں ہوگی۔ خراب اعمال کے اثرات اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

موجودہ دور کا فتنہ:

فرمایا کہ ایک اور فتنہ آج کل چلا ہے کہ آج کا نوجوان، آج کا مولوی، آج کا مفتی یہ کہتا ہے کہ مجھے اِستری کئے ہوئے، کریز والے کپڑے پہناؤ، موبائل میرے ہاتھ میں پکڑاؤ اور مجھے موٹر میں بٹھاؤ۔

اچھے اچھے زمیندار اپنی اُن زمینوں کو بیچ رہے ہیں جن زمینوں پر محنت کر کے ان کے والدین نے ان کو یہاں تک پہنچایا ہے۔ ہم نے ان کے بڑے بوڑھوں کو دیکھا ہے کہ زمینوں پر خود محنت کرتے تھے، کپڑے ان کے گندے ہوتے تھے، خپل ڈیران بہ ئے پہ خپلہ غورزولو (کھیتوں میں خود اپنے ہاتھ سے گوبر والی کھاد ڈال رہے ہوتے تھے) جب کہ نئی نسل کہتی ہے کہ میرے اِستری کئے ہوئے کپڑے ہوں، موبائل میرے ہاتھ میں ہو اور موٹر میرے پاس ہو۔ ان سب کے لئے تو میرے بھائی پیسے چاہئیں۔ اب ایک رات میں اتنے پیسے کس کو مل سکتے ہیں؟ تو ان کا ذہن سوچنا شروع کر دیتا ہے کہ اب اتنے پیسے کیسے اور کہاں سے ملیں گے؟ ساری سوچ اور توانائی اس پر لگاتے ہیں۔ اگر ذِکر وظیفہ بھی پوچھتے ہیں تو اس لئے کہ پیسے ملیں۔ جب آپ کی ساری سوچ اور توانائی ان فضول کاموں میں لگنی شروع ہو جائے گی تو پھر جو اصل کام اور مثبت مقاصد ہیں وہ آپ پھر کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ بڑی غور و فکر کی بات ہے۔

نیک اعمال کے اچھے اور بد اعمال کے خراب اثرات آتے ہیں:

فرمایا کہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے "جزاء الاعمال" جس میں نیک اعمال کے اچھے اثرات اور بد اعمال کے خراب اثرات جو دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں کا تذکرہ ہے۔ وقت میں تنگی، گزران میں تنگی، لوگوں کی طرف سے مخالفت، تلخ حالات، نیند نہ آنا، پریشان رہنا جسے آج کل کے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ڈپریشن ہو گیا، یہ سارے نتائج ہوتے ہیں اعمالِ بد کے جو دنیا کے لحاظ سے انسانوں کے کاروبار، صحت، مویشیوں اور زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔ بعض اوقات مصیبت سر پر آنے والی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ڈال دیتا ہے مویشیوں پر، مال پر، اس کو پتا نہیں ہوتا، اگر جان پر آئی ہوتی تو بہت سخت ہوتی، اللہ نے جان چھڑا دی اور مال کی گرفت ہو کر اللہ تعالیٰ نے فارغ فرما دیا۔ صحت پر اثرات آتے ہیں، صحت کی برکت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ انسان کے پاس مال و دولت کے خزانے ہوتے ہیں، سب کچھ کھا سکتا ہے مگر کھانے کو دل ہی نہیں چاہتا ہے، دل بند ہے، کھانے کو دیکھ رہا ہے اور کھا نہیں سکتا بلکہ کھانے کو دیکھ کر اور دل خراب ہو رہا ہے۔ اس کے نوکر خوب مزے سے غٹا غٹ پی رہے ہیں اور ہپ ہپ کھا رہے ہیں، کمانے کے لئے، سنبھالنے کے لئے یہ کُڑھ رہا ہے، مقدمے یہ جھیل رہا ہے اور کھا رہے ہیں نوکر، پکڑ میں یہ ہے اور مزے کر رہے ہیں وہ۔ اللہ پاک کی یہ

ترتیب انسان کو سمجھ نہیں آتی۔ یہ اعمال کے اثرات ہیں۔

نیک اعمال کے اثرات آتے ہیں۔صحت میں برکت، مال میں برکت، وقت میں برکت، کاروبار میں برکت، مال مویشی میں، اولاد میں، کھیتی باڑی میں، غرض ہر چیز میں برکت کا ظہور ہوتا ہے۔ علاوہ جنت کی نعمتوں اور برکتوں کے دنیا کے لحاظ سے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ برکت کے دروازے کھولتا ہے۔لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات بیان کرتے ہیں کہ بچے یتیم ہوگئے، عورتیں بیوہ ہوگئیں، شہادتیں ہوئیں، مال قربان ہوگئے اور قسما قسم کی سختیاں برداشت کیں، تو لوگ کہتے ہیں ماشاء اللہ! بہت ہی مبارک لوگ تھے، اللہ ان کے درجات کو بلند کرے، مگر ہم یہ نہیں کرسکتے۔ حالانکہ مکی زندگی کے تیرہ سال ملا کر ظہورِ اسلام کے کُل چودہ سواڑتالیس سال ہوگئے ہیں، اس میں تیرہ سال مکی اور تقریباً چھ سال مدنی، کُل اٹھارہ، اُنیس سال تکالیف کے ہیں، باقی چودہ سو تیئس سال ایسے گزرے ہیں کہ جن میں مال، جان، اولاد، کاروبار، حکومتیں، کروفر، دبدبہ، غلبہ، جائیدادیں، زمینیں اور گورنریاں نصیب ہوئی ہیں۔

ہم اور آپ ایسے ماحولوں میں وقت گزار رہے ہیں جو زندگی کو برباد کر رہے ہیں:

ہندوستان کی کارگزاری سناتے ہوئے فرمایا کہ جس وقت انگریز کی حکومت تھی، حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب کی سات گاؤں زمین تھی۔ یہ فاروقی ہیں، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں، ہجرت کرکے یہاں آباد ہوئے ہیں تو ان کی زمینوں پر سات گاؤں آباد تھے۔ حضرت مولانا الیاسؒ کا خاندان صدیقی ہے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہماری زمین کو کاشت کرنے والے مزارعین کے دوسو مکانات تھے۔حکومت انگریز کی تھی تب بھی اتنی برکت زندگیوں میں تھی کیونکہ مجموعی طور پر اعمال تو درست نہیں تھے جس کی وجہ سے مجموعی طور پر معیار بھی گرا ہوا تھا لیکن انفرادی طور پر اعمال تھے اس لئے انفرادی طور پر برکات تھیں۔ اتنے سخت حالات تھے، جابر حکومت تھی لیکن اُحاد افراد یعنی ایک دو افراد کو اللہ تعالیٰ نے پھر بھی برکت میں رکھا ہوا تھا۔تو یہ کوئی اٹکل پچو اور نظریاتی (Theoretical) بات نہیں ہے بلکہ پکی ٹھکی اور عملی

(Practical) بات ہے۔

میں ۱۹۸۰ء میں ہندوستان گیا ہوں۔اس وقت اِندرا گاندھی کی حکومت تھی۔ بڑے کروفر کی اس کی حکومت تھی۔اس زمانے میں قاری طیب صاحبؒ دیوبند کے مہتمم ہوا کرتے تھے۔قاری طیب صاحب شیروانی اور علمائے دیوبند کی سفید ٹوپی پہنے ہوئے تھے، بدن انتہائی کمزور، ایسا لگتا تھا جیسے کسی لکڑی کو شیروانی پہنادی ہے، پر جب بیان کرتے تھے تو گویا شیر گرجتا ہو۔ایسے آزادی سے بولتے تھے کہ اندرا گاندھی اور اس کی حکومت گویا ان کے سامنے تنکا اور گھاس ہیں۔یہ اللہ کا احسان ہے۔

اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ ہم اور آپ ایسے ماحولوں میں وقت گزار رہے ہیں جو زندگی کو برباد کر رہے ہیں۔ ہمارا اُٹھنا بیٹھنا ایسے لوگوں کے پاس ہے، بولنا سننا ایسی مجلسوں میں، پڑھنا پڑھانا ایسی تحریروں کا اور دیکھنا دِکھانا ایسے تماشوں کا جس کے نتیجے میں ہم تباہی اور بربادی والے حالات ہی پیدا کر رہے ہیں۔ یہ تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ کسی کی دعا قبول ہوجاتی ہے اور معافی ہوجاتی ہے، جان چھوٹ جاتی ہے۔ایسے سخت حالات آگئے تو پھر کیا کریں گے؟ اللہ تعالیٰ اگر فوری سزائیں دے تو وقت ہی نہیں گزار سکیں گے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر تک مہلت دی ہوئی ہے کہ اپنی سوچ فکر کو، اختیار کو استعمال کریں اور جیسا عمل کرنا چاہیں کریں۔کوئی جبر اور روک ٹوک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جبری نیک اعمال کروائیں۔ورنہ اگر اللہ تعالیٰ ایسا پیدا کرتا کہ ہاتھ پاؤں نہ ہوتے اور یہ کہا جاتا کہ دس سال عبادت کریں گے تو ایک ہاتھ ملے گا، پھر دس سال عبادت کریں گے تو دوسرا ہاتھ ملے گا، اسی طرح دونوں پاؤں کے لئے دس، دس سال عبادت کرنا پڑے گی۔تو سارے ہی لگے ہوتے اپنے بدن کو پورا کرنے کے لئے۔لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ہی چھٹی دی ہوئی ہے، پورا اختیار دیا ہوا ہے، سوچ پر پابندی نہیں لگائی، عمل پر پابندی نہیں لگائی، جو کرنا چاہیں کریں، کوئی جبر نہیں۔ہاں یہ ہے کہ فرمایا ہے کہ وھدیناہ النجدین اور فالھمھا فجورھا و تقوٰھا دو راستے بتادئے ہیں نیکی کا راستہ بھی بتادیا ہے اور برائی کا راستہ بھی بتادیا ہے۔دونوں راستے سامنے کردئے گئے ہیں سوچ کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔سوچیں، نیت کریں، عمل کریں اللہ تعالیٰ نے آزاد چھوڑا ہوا ہے۔ہاں یہ بتادیا ہے کہ سب کیا کرایا لے کر ہمارے پاس آؤ گے پھر اس کا حساب کتاب ہوگا۔

(جاری ہے)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سنِ اسلام کی تحقیق

(مولوی محمد طفیل صاحب ندوۃ التحقیق الاسلامی کوہاٹ)

حضرت امیر معاویہؓ کے اسلام قبول کرنے کے سال اور تاریخ کے بارے میں مؤرخین نے دو طرح کی روایات ذکر کی ہیں۔ بعض مؤرخین کے مطابق حضرت معاویہؓ فتح مکہ کے دن اپنے والدین کریمین کے ساتھ اسلام لائے تھے لیکن متعدد مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ ؓ صلح حدیبیہ کے بعد عمرۃ القضاء کے سال مشرف بہ اسلام ہوئے اور خود حضرت معاویہؓ سے بھی اپنے اسلام کے متعلق یہی منقول ہے۔ اس پر چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

حکی ابن سعد انه کان یقول لقد اسلمت قبل عمرة القضاء ولکن کنت اخاف ان اخرج الیٰ المدینة لان امی کانت تقول ان خرجت قطعنا عنک القوت. (الاصابہ، لابن حجر، ج:۳، ص:۴۱۳)

حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں عمرۃ القضاء سے پہلے اسلام لا چکا تھا، لیکن میں اپنی ماں کی اس دھمکی کی بناء پر مدینہ جانے سے ڈرتا رہا کہ اگر تو (مدینہ) گیا تو ہم تیرا معاشی بائیکاٹ کر دیں گے۔

مصعب زبیری ''نسب قریش'' میں لکھتے ہیں:

ومعاویة بن سفیانؓ کان یقول اسلمت عام العمرة القضیة ولقیت رسول الله صلی الله علیه وسلم ووضعت اسلامی عنده وقبل منی. (نسب قریش، ص:۱۲۴)

حضرت معاویہؓ بن سفیانؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں عمرۃ القضاء کے سال اسلام لایا اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کر کے اپنا اسلام آپ کو پیش کیا اور آپ ﷺ نے مجھ سے (میرا اسلام) قبول فرمایا۔

خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں:

اسلم وهو ابن ثمان وعشرة سنة وکان یقول اسلمت عام القضیة ولقیت رسول الله ﷺ ووضعت عنده اسلامی. (تاریخ بغداد للخطیب، ج:۱۰، ص:۲۰۷)

حضرت معاویہؓ اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے اور آپ فرماتے تھے کہ میں عمرۃ القضاء کے سال اسلام لایا اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کر کے آپ ﷺ کے سامنے اپنا اسلام پیش کیا۔

علامہ ابن اثیرؒ لکھتے ہیں:

وکان معاویه یقول انه اسلم عام القضیة وانه لقی رسول الله ﷺ مسلماً وکتم اسلامه من ابیه وامه. (اسد الغابہ لابن الاثیر، ج:۴، ص:۳۸۵)

حضرت معاویہؓ فرماتے تھے کہ وہ عمرۃ القضاء کے سال اسلام لائے اور رسول اللہ ﷺ سے مسلمان

ہونے کی حالت میں ملاقات کی، اور اپنے اسلام کو والدین سے چھپا کر رکھا۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

وکان معاویه یقول: ثم لمّا دخل عام الفتح اظهرت اسلامی فجئته فرحب بی.
(البدایه والنهایه لابن کثیر، ج:۸،ص:۱۱۷)

حضرت معاویہؓ فرماتے تھے: پھر جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال تشریف لائے تو میں اپنا اسلام اعلانیہ (سب کے سامنے) ظاہر کیا، پس میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے مرحبا فرمایا۔

مؤرخ ابن عساکرؒ لکھتے ہیں:

وکان یقول لقد اسلمت قبل ان یقدم النبیﷺ فی عمرة القضیة ولقدکنت اخاف ان اخرج کانت امی تقول لی ان خرجت قطعناعنک العون.
(تاریخ مدینه دمشق لابن عساکر، ج:۵۹،ص:۵۶ مکتبه شامله)

حضرت معاویہؓ فرماتے تھے: میں نبی کریم ﷺ کے عمرۃ القضاء میں تشریف لانے سے قبل اسلام لا چکا تھا اور میں (مدینہ) جانے میں اندیشہ رکھتا تھا کہ میری ماں نے مجھے کہا اگر تو (مکہ چھوڑ کر) نکلا، تو ہم تیرا معاشی بائیکاٹ کرلیں گے۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

اسلم قبل ابیه فی عمره القضاء وبقی یخاف من الخروج الیٰ النبیﷺ من ابیه و اظهر اسلامه یوم الفتح. (تاریخ الاسلام للذهبی، ج:۲،ص:۴۶ مکتبه شامله)

وہ (حضرت معاویہؓ) اپنے والد سے پہلے عمرۃ القضاء میں اسلام لائے، اور اپنے والد کے خوف سے نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت نہیں کی، اور اپنے اسلام کو فتح مکہ کے دن ظاہر فرمایا۔

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:

وکان معاویه یقول انه اسلم یوم الحدیبیة وکتم اسلامه من ابیه وامه.
(تهذیب الاسماء واللغات، ج:۲،ص:۱۲۹، مکتبه شامله)

حضرت معاویہؓ فرمایا کرتے تھے کہ وہ حدیبیہ کے دن اسلام لائے تھے اور انہوں نے اپنا اسلام اپنے والدین سے چھپائے رکھا۔

ان تاریخی روایات میں چونکہ حضرت معاویہؓ کا اپنا قول مذکور ہے اس لئے دیگر روایات کی بجائے ان کو ترجیح دینا زیادہ قرینِ قیاس ہے، اس کے علاوہ حضرت معاویہؓ کے اسلام کی طرف رجحان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شریک نہیں رہے، باوجود اس کے کہ آپ جوان تھے اور آپ کا گھرانہ اسلام قبول کرنے سے قبل اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔

سالانہ اجتماع

(ڈاکٹر زیاد طارق، کبیر میڈیکل کالج، پشاور)

اس دفعہ کا سالانہ اجتماع شیرینگل دیر میں یونیورسٹی کیمپس میں ہوا۔ اجتماع کے لئے کشش کا ذریعہ جناب پروفیسر ڈاکٹر خان بہادر صاحب کی شخصیت بنی جو اس یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں۔ ڈاکٹر صاحب حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب کے پیر بھائی ہیں اور ہمارے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی ؒ کی خاص دعا یافتہ شخصیت ہیں۔ حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کے خلیفہ جناب مفتی مختار الدین صاحب کے اور حضرت مولانا صاحبؒ کے خلیفہ جناب مسرت حسین شاہ صاحبؒ کے خلیفہ ہیں۔ پشاور سے یونیورسٹی تک تقریباً آٹھ گھنٹے کا سفر ہے۔ ساتھی بہ مشکل تھکے تھکائے عصر کی نماز وہاں پہنچ سکے۔ یونیورسٹی زیرِ تعمیر ہے۔ ابھی تک مسجد نہیں بنی اس لئے اجتماع ہائی سکول کی عمارت میں ہوا۔ اتوار کی چھٹی کہ وجہ سے سکول بند تھا اس لئے سہولت رہی۔ پشاور سے تقریباً دو سو آدمیوں کا قافلہ پہنچا۔ پہلا بیان جناب میجر ڈاکٹر مقدس صاحب صدر شعبۂ اسلامیات دیر یونیورسٹی کا ہوا۔ ان کی طبیعت کی سادگی اور نفس کی عاجزی بیان سے جھلک رہی تھی۔ شام کو یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے ایک لیکچرر اور جامعۃ الرشید کے فاضل مفتی الیاس احمد صاحب کا احادیث سے مزین اور آیات سے مدلل بیان ہوا۔ اتوار کی صبح کا بیان حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ کا ہوا۔ ناشتہ کے بعد تعلیم جناب ڈاکٹر فہیم شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ نے احیاء العلوم سے کی۔ عصر کے بعد بیان جناب پروفیسر ڈاکٹر خان بہادر صاحب کا ہوا۔ بیان بہت ہی دلچسپ، معلوماتی اور سلسلے کے اکابر کے حالات اور ان کی مجالس اور صحبت کے اثرات سے معمور تھا۔ سب حاضرین نے بہت لطف اٹھایا۔ اتوار بعد مغرب اور پیر بعد فجر بیان حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ کا ہوا۔ بیان میں سلسلے کا اہم پیغام ''توحید کا بولنے کے ساتھ ساتھ عمل کے موقع پر برتنا'' اور ایمان کے سلسلے میں توحید کے ساتھ اجزائے ایمان، دیانت و امانت، حیاء و غیرت، جرأت و شجاعت کا درست ہونا زیرِ بحث آیا۔ یہ مؤقف زوردار طریقے سے پیش ہوا کہ جس کے اجزائے ایمانی درست نہ ہوں اس کے فرض واجب سنت سارے اعمال کے حبط اور ضائع ہونے کی واضح نشاندہی احادیث میں آئی ہوئی ہے۔ اس بات کو شدت کے ساتھ بیان کیا گیا کہ محض سلسلے کا ذکر اذکار کا نصاب پورا کر کے ڈاڑھی رکھ کر اور پگڑی باندھ کر معاملات کی پرواہ کئے بغیر اور لوگوں کا حق ضائع کرتے ہوئے محض نعت خوانی میں رونا دھونا حاصل ہونے پر اپنے آپ کو کامل سمجھنا سلسلوں میں چلنے والوں اور سلسلہ چلانے والوں کا عظیم دھوکہ ہے۔ جناب خان بہادر صاحب نے بہت زیادہ خدمت کی۔ سب سے بڑھ کر یہ بات تھی کہ ادارے کا سربراہ ہونے کے باوجود عاجزانہ مجالس میں از اول تا آخر بیٹھتے رہے۔